بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماھنامہ

انوار مدینہ

شمارہ : ٦	جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ / جون ۲۰۰۸ء	جلد : ١٦

سیّد مسعود میاں	سیّد محمود میاں
نائب مدیر	مدیر اعلیٰ

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ١٧ روپے ... سالانہ ٢٠٠ روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات... سالانہ ٧٥ ریال

بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ ٢٠ امریکی ڈالر

برطانیہ، افریقہ.................... سالانہ ٢٠ ڈالر

امریکہ .... سالانہ ٢٥ ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کا ای میل ایڈریس

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

fatwa_abdulwahid1@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ''انوارِ مدینہ'' جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

اکاؤنٹ نمبر انوارِ مدینہ MCB (0954) 7914-2

فون نمبرات

جامعہ مدنیہ جدید : 092 - 42 - 5330311

خانقاہ حامدیہ : 092 - 42 - 5330310

فون/فیکس : 092 - 42 - 7703662

رہائش ''بیت الحمد'' : 092 - 42 - 7726702

موبائل : 092 - 333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع وناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپواکر

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۵
ملفوظات شیخ الاسلامؒ	حضرت مولانا ابوالحسن صاحب بارہ بنکویؒ	۹
حضرت عائشہؓ کی عمر اور حکیم نیاز احمد کا مغالطہ	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۱۱
عورتوں کے رُوحانی امراض	حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ	۱۸
حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کے مناقب	حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحبؒ	۲۰
کمپنیوں کی محدود ذمّہ داری کی شرعی حیثیت	حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب	۲۴
گلدستۂ احادیث	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۳۸
اِس دَور کی اہم ضرورت	حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب	۴۰
اللہ ہی خالق ہے اور وہی راہ دِکھانے والا ہے	حضرت مولانا طارق جمیل صاحب	۴۵
دینی مسائل		۵۵
یہودی خباثتیں	جناب عبداللہ الثل صاحب	۵۶
تحفہ علم وحکمت پر حضرت حکیم الاسلامؒ کی رائے		۵۹
عالمی خبریں		۶۲
اخبار الجامعہ		۶۳

آپ کی مدتِ خریداری ماہ ....ختم ہوگئی ہے

آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ....................روپے جلد اِرسال فرمائیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم اما بعد!

گزشتہ ماہ ۵/اور ۶/مئی کی درمیانی شب کا واقعہ ہے کہ رات بارہ بجے کے بعد جامعہ مدنیہ جدید کے دو تین طلباء جامعہ موسیٰ سے جلسہ کے بعد پیدل واپس آرہے تھے کہ راستہ میں تین مسلح ڈاکوؤں نے اِنہیں روک کر موبائل فون کا مطالبہ کیا۔ایک طالب علم نے مزاحمت کی جس پر ایک ڈاکو نے اِس کی کنپٹی پر ریوالور رکھ کر لگا تار تین چار فائر کیے مگر قدرت کا کرشمہ کہ ایک بھی گولی نہ چل سکی۔ طالبِ علم نے بہادری سے کام لیتے ہوئے اِس کو دھرلیا اور دونوں گتھم گتھا ہو گئے، ڈاکو نے اپنے دُوسرے ساتھی کو مدد کے لیے پکارا اُس نے گولیاں چلا دیں، طالب علم نے انتہائی حاضر دماغی سے کام لیتے ہوئے ڈاکو کو اُس کے سامنے کر دیا۔کچھ گولیاں ڈاکو ہی کے ہاتھوں ڈاکو کو لگ گئیں مگر ایک گولی اِس نوجوان طالب علم کی ران میں بھی آ لگی اور آر پار ہو گئی مگر یہ برابر اِن کا مقابلہ کرتا رہا اِسے تب پتہ چلا جب خون سے اِس کے پاؤں تر ہو گئے۔اِتنی دیر میں ڈاکوؤں کو اپنی پڑ گئی اور وہ اپنے زخمی ساتھی کو اُٹھا کر رات کی تاریکی میں فرار ہو گئے۔خدا کا شکر ہے کہ اِس نوجوان طالب علم کی جان بچ گئی اور اب وہ رُو بہ صحت ہے۔

اِس واقعہ کے چند دنوں بعد ہی جامعہ مدنیہ جدید کے سامنے بس سٹاپ پر کھڑے طالب علم سے رات کی تاریکی میں ڈاکوؤں نے گولی کے زور پر موبائل چھین لیا اور فرار ہو گئے۔

یہ صورتِ حال لاہور شہر کے مضافات کی ہے جہاں نہ گنجان آبادی ہے نہ ٹریفک کی بھیڑ مگر خود لاہور

شہر کے بیچوں بیچ آباد علاقوں میں صورتِ حال اِس سے بھی زیادہ خطرناک ہو چکی ہے، یہاں دن دیہاڑے گھروں اور بھری سڑکوں پر لوٹ مار اور قتل و غارت گری آئے دِن کا معمول بن چکی ہے اور روز بروز اِس میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ پولیس اور دیگر حکومتی ادارے بے اَثر ہو چکے ہیں بلکہ ڈاکو اِن ہی سرکردگی میں عوام کی جان و مال سے کھیل رہے ہیں۔ حالات اِس قدر خراب ہو گئے ہیں کہ عوام نے اپنا تحفظ خود شروع کر دیا ہے۔ جرائم کی تعداد اِس قدر بڑھ گئی ہے کہ کراچی اور لاہور کے عوام نے ڈاکوؤں کو موقع پر خود ہی قتل کرنا شروع کر دیا۔ کراچی میں بعض جگہ اِن کو زندہ جلا دیا تو جو کام حکومت کو کرنا چاہیے تھا اُسی کام کو حالات کے ستائے ہوئے عوام نے جب اپنے ہی ہاتھوں انجام دینا شروع کر دیا تو بجائے اِس کے کہ ایسے اقدامات کیے جاتے جس سے دُکھی عوام کے دُکھوں کا مداوا ہوتا اُن کو تسلّی اور تشفی ہو کر اُن کا اشتعال کم ہوتا، حکومت کے وزراء نے ڈاکوؤں کے خلاف عوامی ردِّعمل کو مسترد کرتے ہوئے ڈاکوؤں کی حمایت میں بیانات جاری کرنا شروع کر دیے جس سے یہ تأثر اُبھرا کہ حکومتی اِدارے عوام کے بجائے ڈاکوؤں کے ہی ہمدرد ہیں اور یہ بات بجائے خود عوام کو مزید اِشتعال میں لانے کا سبب بن رہی ہے۔

ڈاکو کی سزا اِسلام میں عبرتناک موت ہی ہے، ریاست اِس کی ذمہ دار ہے کہ اِس پر بلا تاخیر عمل کو یقینی بنائے تاکہ رعیت کی جان و مال کی حفاظت ہو سکے اور ملک میں اَمن و امان کی فضاء قائم ہو جائے۔

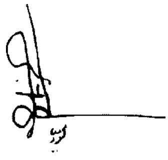

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامدؒ کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارُالاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے (اِدارہ)

مولای صل وسلم دائما ابدا ۔ درس حدیث ۔ علی حبیبک خیر الخلق کلھم

درس حدیث

حضرتِ اقدس پیرو مرشد مولانا سید حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔(آمین)

''کشف'' ظاہری چیز ہے، موت کے وقت کی حالت کا اعتبار ہوتا ہے

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہمیشہ غالب رہے

برائی سے روکنا ضروری ہے

﴿ تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

(کیسٹ نمبر 55 سائیڈ B 1986 - 02 - 07)

الحمد للّٰہ رب العالمین و الصلٰوۃ والسلام علٰی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد و آلہ واصحابہٖ اجمعین امابعد !

حضرتِ آقائے نامدار ﷺ کے ساتھ ایک جگہ کچھ صحابہ کرام تھے بظاہر یہ سفر کی بات معلوم ہوتی ہے تو وہاں پڑاؤ ڈالا تو لوگ آس پاس سے گزرنے لگے، رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا مَنْ ھٰذَا یَا اَبَاھُرَیْرَۃَ ابوہریرہ یہ کون ہیں؟ گزرنے والے کے بارے میں پوچھا، خود نہ دیکھ رہے ہوں گے جیسے آدمی لیٹا ہوا ہو اُسے یہ احساس ہوتا ہے کہ کوئی گزرا ہے۔ تو میں بتلا دیتا تھا کہ یہ فلاں صاحب ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ یہ اچھا آدمی ہے نِعْمَ عَبْدُ اللّٰہِ ھٰذَا یہ اللہ کا اچھا بندہ ہے اِسی طرح پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کون ہیں؟ میں نے جواب دیا تو یہ اِرشاد فرمایا بِئْسَ عَبْدُ اللّٰہِ ھٰذَا یہ اللہ کا اچھا بندہ نہیں ہے۔

کسی کے اچھے یا برے ہونے کا دعوی ہر کوئی نہیں کرسکتا :

ایسی باتوں کا حق جو تھا وہ صرف جنابِ رسول اللہ ﷺ کو تھا آپ کو وحی کے ذریعہ قطعی بات

معلوم ہو جاتی ہے۔ ہمیں ایسی باتیں کہنے کی اجازت نہیں ہے۔

''کشف'' ظنی گمانی چیز ہے :

کیونکہ اگر کوئی ولی ہے اور اُسے کشف ہوتا ہے تو کشف بھی ظنی چیز ہے گمان کی چیز ہے ایک، وہ قطعی چیز نہیں ہے۔

خاتمہ کے وقت کی حالت کا اعتبار ہوتا ہے :

دُوسرے یہ کہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اِرشاد فرمایا ہے کہ ایک آدمی بُرے کام کرتا رہتا ہے اور جب خاتمہ کا وقت آتا ہے تو وہ نیک کاموں پہ لگ جاتا ہے توبہ کرلیتا ہے اچھا خاتمہ نصیب ہو جاتا ہے چاہے اُس کی وجہ یہی ہوتی ہو کہ اُس کے دل میں باطن میں کوئی خوبی ہوگی مخفی ایسی کہ جس پر نظر نہیں جاتی دیکھنے والے کی، وہ خدا اور وہ بندہ ہی جان سکتا ہے۔ تو ایسے بہت ہوتا ہے کہ گنہگار آدمی تنہائی میں روتے ہیں ملامت کرتے ہیں اپنے آپ کو، یہ جو تنہائی میں ملامت کرنا ہے پچھتانا ہے رونا ہے یہ تو خوبی ہے یہ دُوسروں کو تو نظر نہیں آرہی لیکن اللہ تعالیٰ تو جانتے ہیں وہ ہی کسی وقت تقویت پکڑ جاتی ہے اور خاتمہ اچھا ہو جاتا ہے اور اِسی طرح اِس کا اُلٹ بھی ہوتا ہے کہ آدمی نیکیاں ہی کرتا ہوا نظر آتا ہے لوگ اچھا ہی سمجھتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ جان سکتے ہیں کہ نیکیاں کس نیت سے کر رہا ہے اگر دِکھاوے کی نیت سے کر رہا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَنَا اَغْنَی الشُّرَکَآءِ عَنِ الشِّرْکِ میں تو بہت بے نیاز ہوں شرک سے، جو کوئی شریک کرتا ہے کسی اور کو دِکھاوے کی خاطر کرتا ہے کسی کے لیے کوئی عمل وہ اُس کا ہی ہے وہ میرے لیے نہیں ہے میں اُسے اپنے لیے نہیں قرار دُوں گا تو خدا کے یہاں وہ مقبول ہی نہیں۔

اَب ایک آدمی ہے جو مریدوں میں جاتا ہے تو روزے ہی رکھتا ہے نفلیں ہی پڑھتا ہے کچھ اَور کرتا ہے اور حقیقتاً منشا اُس کا صرف یہ ہوتا ہے کہ لوگ مجھے دیکھ لیں لوگ میری بزرگی مان لیں یہ ذہن میں ہوتا ہے تو ایسی صورت میں حق تعالیٰ تو جانتے ہیں کہ اِس کے عمل کا کتنا وزن ہے اور یہ کس لیے کر رہا ہے؟ وہ غیر مقبول ہو جاتا ہے عمل اور اُس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے معاذ اللہ کہ جیسے جیسے اُس کی موت کا وقت قریب آتا ہے موت کے سال نزدیک آتے ہیں بجائے اچھائی کے بُرائی میں وہ دلچسپی لینی شروع کر دیتا ہے خاتمہ اچھا نہیں ہوتا معاذ اللہ، تو اپنے آپ کو جو آدمی اچھا سمجھ کر کوئی کام کرتا ہو وہ بس خطرے کی چیز ہے تو اِس کا پتہ ہمیں نہیں چل سکتا کہ کل یہ

آدمی کیا کرے گا، اور اپنے بارے میں بھی کہ کل میرا کیا حال ہوگا ؟ تو جب خود اپنا پتہ نہیں ہے تو دُوسروں کے بارے میں اِس طرح کی بات کرنے کا حق کیسے کسی کو مل سکتا ہے؟ تو شریعت نے منع کر دیا۔ اور اِس طرح کے واقعات جناب رسول اللہ ﷺ نے بتلا دیے سمجھا دیے قاعدے بھی بتلا دیے کہ اللہ کے یہاں عمل کا اور قبولیت کا قاعدہ یہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں غیر مقبول ہونے کا قاعدہ یہ ہے۔

برائی سے روکنا ضروری ہے :

اور جسے اِس حال میں دیکھو اُس کو ٹوکو ضرور بُرائی سے منع کرنا فرض ہے مگر یہ نہیں سمجھ سکتے آپ کہ یہ آدمی جو آج بُرائی میں مبتلا ہے جسے میں ٹوک رہا ہوں یہ خدا کی نظر میں بھی ہمیشہ کے لیے ایسا ہی خراب ہوگیا اس فیصلے کا حق نہیں ہے۔ بُرائی سے روکنا فرض ہے اور بُرائی ہی کو بُرائی سمجھے اُس آدمی کو بُرا نہ سمجھے وہ آدمی وہی ہو اور کل کو توبہ کرلے تو چاہیے یہ کہ وہ آپ کو اُتنا ہی محبوب ہو جائے جتنا توبہ کرنے سے پہلے وہ ناپسند تھا۔ ہاں رسول اللہ ﷺ کی بات بالکل اَور ہے اور حرفِ آخر ہے وہ اللہ کی بتائی ہوئی ہے وہ وحی ہے وہ ایک قطعی چیز ہوتی ہے۔ تو آپ دریافت فرماتے رہے وہ نام لیتے رہے اور آپ یہ اِرشاد فرماتے رہے۔ حکمت اِس میں یہ بھی ہوگی کہ دُوسروں کو بتانا بھی تھا [1] یعنی خود رسول اللہ ﷺ کو تو پتا تھا ہی اُن آدمیوں کو جانتے تھے اور اُن کو پہلے بھی دیکھا ہوا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ اِتنے میں حضرت خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ گزرے، یہ قصہ ہوگا ۷ھ کے بعد کا کیونکہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تو ۷ھ میں آئے حاضر خدمت ہوئے تو خالد ابن الولید رضی اللہ عنہ جب گزرے تو پوچھا یہ کون گزرا ہے؟ تو میں نے بتایا کہ یہ خالد ابن الولیدؓ ہیں۔

حضرت خالد بن ولیدؓ ''اللہ کی تلوار'' ہمیشہ غالب رہے :

تو اِرشاد فرمایا نِعْمَ عَبْدُ اللّٰهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ سَيْفٌ مِّنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ [2] یہ بہت اچھے بندے ہیں اللہ کے خالد بن ولید اور یہ اللہ کی تلوار ہیں، اور بھی ہیں اللہ کی تلواریں اور اُن میں سے ایک تلوار یہ ہے تو ہے اِسی طرح کی بات۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جہاں بھی رہے ہیں غالب رہے ہیں جہاں بظاہر بچنے کا بھی امکان نہیں رہتا تھا اِتنے گھیرے میں آجاتے تھے وہاں بھی اِسی طرح، اور جہاد اِتنا پسند، طبیعت سے

---

[1] ایسے لوگوں کی برائی بیان کی جاسکتی ہے جن سے لوگوں کو نقصان پہنچ سکتا ہو، یہ غیبت نہیں ہے۔ (محمود میاں غفرلہٗ)

[2] مشکوۃ شریف ص ۵۸۱

اِتنی مناسبت جہاد کو کہ اُس کے لیے وہ خطرناک ترین سفر بھی کر لیتے تھے ایسا سفر کہ خدا جانے پہنچ سکیں یا نہ پہنچ سکیں جب یہ یرموک کا معرکہ ہوا ہے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہی سرکوبی کرتے ہوئے چلے گئے جنہوں نے دُوسرے (جھوٹے) نبیوں کو ماننا شروع کر دیا تھا اُن کو ختم کیا، زکوٰۃ کے مانعین کو، اِرتداد میں مبتلا لوگوں کو، تو ایک لائن ایسی مقرر کی اُس پر یہ چلے اور عراق میں داخل ہو گئے وہاں فتوحات ہوئیں اِدھر یرموک کی طرف لڑائی جب پڑی ہے اور رُومیوں نے بڑا سخت مقابلہ کرنے کی تیاری کی تو تین جگہ محاذ کھول رکھے تھے اُردن کی سائڈ میں اِدھر شمال میں عرب کے یہ شام کا حصہ ہے اُس میں، تو ایک جگہ سوچا کہ یہاں زیادہ زور دیا جائے وہ یرموک کی جگہ تھی حضرتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پیغام بھیجا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو کہ اپنی جگہ عراق میں تو کسی اور کو کر دو اور تم یہاں پہنچو۔

یہ وہاں سے جب روانہ ہوئے ہیں تو پھر فاصلہ کافی تھا لیکن فوراً پہنچنا تھا تو وہ تو بہت تیز رفتار سفر کیا ہے ایک جگہ راستے میں ایسا علاقہ تھا بہت بڑا کہ جہاں اگر منزل تک پہنچنا نہ میسر آسکے تو بلا پانی کے بلا دانے کے آدمی وہاں ختم ہو سکتے تھے، اِنہوں نے کہا چلو تو کسی نے کہا کہ یہ ایسے ہی راستہ ہے اِس طرح کا اُنہوں نے کہا کوئی نہیں چلتے ہیں اور چلتے رہے ہیں جس وقت سے دن میں چلنا شروع کیا ہوگا رات کو بھی آرام نہیں ملا کہا بس چلو آگے وہ صبح کو وہاں پہنچے ہیں جہاں پہنچنا تھا اور ایک جملہ بھی اُنہوں نے کہا کہ صبح جب ہوتی ہے تو رات کو سفر کرنے والے اپنے سفر پر خوش ہوتے ہیں اور تعریف کرتے ہیں کہ ہم نے بہت اچھا کیا کہ رات کو سفر کر لیا عِنْدَ الصَّبَاحِ يَحْمَدُ الْقَوْمُ السُّرْعَةَ یہ جملہ اُن کی زبان سے نکلا تھا وہ مَثَل کے طور پر بھی استعمال ہونے لگا اور تھی تو نثر مگر یہ نظم کے اَنداز میں ایک مصرع بھی بن گیا اور سچ مُچ ایسے ہی ہوا اور وہاں جا کر پھر اِنہوں نے بڑے زبردست کام کیے ہیں اللہ تعالیٰ نے اِن سے کام لیے ہیں اُسی میں تھے کہ حضرتِ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی اور حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اِن کو غلبہ عطاء فرمایا اور اِن کے بنائے ہوئے (جنگی) نقشے اور منصوبے چاہے خطرناک بھی ہوں اُس میں کامیابی بہرحال ہوئی اور خطرناک سے خطرناک تر چیزوں میں یہ مطمئن رہے ہیں اور خدا نے اِنہیں ہر جگہ غلبہ عطا فرمایا سَيْفٌ مِّنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ یہ اللہ کی طرف سے ایک لقب اُن کو ملا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں آخرت میں اِن حضرات کا ساتھ نصیب فرمائے، آمین۔ اختتامی دُعاء.............

ملفوظات شیخ الاسلام

حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

﴿ مرتب : حضرت مولانا ابوالحسن صاحب بارہ بنکوی رحمہ اللہ ﴾

☆ کثرتِ مصارف شادی وغمی نے بہت ہی زیادہ نقصانات مسلمانوں کو ہر قسم کے پہنچائے ہیں اور آئندہ پہنچانے والے ہیں اِس لیے خاص طور پر مسلمانوں کو اپنی باقی ماندہ جائداد کے تحفظ کے لیے اور اپنی نسل کو بڑھانے ، دیگر خرابیوں کو دُور کرنے اسلامی عزت ووقار کی حفاظت کے لیے اپنی شادی وغمی کے مصارف کی طرف نہایت قوت اور سُرعت کے ساتھ توجہ کرنی ضروری ہے لہٰذا ذیلی دفعات فوری اصلاح کے لیے تجویز کی جاتی ہیں جن کی اصلِ اُصول یہ ہے کہ ہر خاندان میں شادی اور غمی کے مصارف ایسے ہونے چاہئیں جن کو خاندان کا ہر غریب بلا قرض پورا کر سکے۔

☆ لڑکوں اور لڑکیوں کا بالغ ہونے پر جلد اَز جلد نکاح کر دینا چاہیے۔

☆ شادی اگر شہر میں ہو تو بارات کو کھانا نہ کھلایا جائے۔

☆ شہر کی بارات پر فقط نکاح کے بعد چھوہارے تقسیم کیے جائیں۔

☆ اگر بارات شہر کے باہر سے آئے تو اُس میں پندرہ آدمیوں سے زائد ہرگز نہ آئیں۔

☆ بارات میں ہاتھی ہرگز نہ لایا جائے۔

☆ بارات میں پالکی بھی نہ لائی جائے اور اگر ضروری ہو تو فقط نوشہ کے لیے ہونا چاہیے۔

☆ گھوڑے بھی نہ لائے جائیں اگر ضرورت ہو تو فقط نوشہ کے لیے ہو۔

☆ یکہ گاڑیاں موٹر وغیرہ ضرورت سے زائد ہرگز نہ ہوں۔

☆ بارات میں ڈھول ، تاشہ وغیرہ باجے کے سامان یک قلم بند کر دِیے جائیں۔

☆ خدام شاگرد پیشہ سات عدد سے زائد نہ ہوں۔

☆ آتش بازی ، ناچ وغیرہ ناجائز اُمور سے پرہیز کُلّی کیا جائے۔

☆ بارات کو کھانا نہایت سادہ اور کم خرچ کھلایا جائے۔ فقط گوشت روٹی یا فقط پلاؤ پر اِکتفا کیا جائے۔

☆ ایک شب و روز سے زیادہ ہرگز بارات نہ ٹھرائی جائے۔

☆ برادری کا کھانا دینا اور تمام محلّہ اور شہر میں تقسیم کرنا بالکل بند کر دیا جائے۔

☆ وہ خاص اَعزاء واحباب جو اُمورِ شادی میں اِعانت کر رہے ہوں صرف اُن کو گھر پر کھانا کھلایا جائے۔

☆ عورتوں کا زیادہ مجمع نہ کیا جائے محض خاص خاص اور زیادہ تر قریبی عورتیں بلائی جائیں وہ بھی اگر ضرورتِ خیال میں آئے۔

☆ عورتوں کے لیے نہایت سادہ کھانا تیار کیا جائے۔

☆ رتجگا، بھتوانی، گلگلوں، بروں وغیرہ کی رُسوم یک قلم بند کر دی جائیں۔

☆ ڈومنیوں کا گانا، عورتوں کا جمع کرنا اور اِس کے متعلق کے مصارف ترک کر دِیے جائیں۔

☆ جوڑے فقط دُلہن کے واسطے تیار کیے جائیں دُلہن کے دُوسرے رشتہ داروں کو جوڑے بالکل نہ دِیے جائیں۔

☆ دُلہن کے جوڑے خواہ کتنے ہی ہوں پچاس روپیہ سے زائد کے ہرگز نہ ہوں۔

☆ دُلہا کا جوڑا دس روپے سے زائد ہرگز نہ ہو، دُلہا کے دُوسرے اَقارب کیلیے جوڑے ہرگز نہ ہوں۔

☆ میوہ بری، شکر وغیرہ بالکل ترک کر دِیے جائیں۔

☆ زیور لڑکے والا مبلغ تیس روپے سے زائد کا نہ پیش کرے۔

☆ لڑکی والا بھی مبلغ تیس روپے سے زائد کا زیور نہ دے۔

☆ زیور، جوڑے اور جہیز وغیرہ کا عورتوں اور مردوں میں دکھلانا بالکل بند کر دیا جائے۔

☆ جہیز میں محض ضروری چیزیں دی جائیں جن کی قیمت تیس روپے سے زائد نہ ہو۔

☆ ولیمہ کی دعوت بھی محض خاص اَحباب کے لیے ہو جن کا شمار تیس سے زائد ہرگز نہ ہو۔

☆ نیوتہ کی رسم بند کر دینی چاہیے۔

☆ پرجوں (رعایا مثلاً دھوبی، بڑھئی وغیرہ) کے حقوق حسبِ عادت اور موافق شرع دِیے جائیں۔

☆ دیہاتیوں کے حقوق موقوف کر دِیے جائیں۔

☆ مہر کو حتی الوسع فاطمی رکھا جائے اگر یہ نہ ہو سکے تو جہاں تک ممکن ہو کم کیا جائے۔ (باقی صفحہ ۵۴)

سلسلہ نمبر ۳۱ قسط : ۳

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اور حکیم نیاز احمد صاحب کا مغالطہ

حضرتِ اقدسؒ اور حکیم نیاز احمد صاحب کے درمیان خط و کتابت [1]

حکیم نیاز احمد صاحب کا خط

15 - 10 - 80

محترمی حضرت مولانا صاحب! السلام علیکم

آج ہی آپ کا گرامی نامہ باعثِ کرامت ہوا وہ صاحب ابھی نہیں آئے۔ چند روز ہوئے ایک صاحب طفیل صاحب ایس۔ پی سے مل کر آئے تھے اُن کا بیان ہے کہ وہ آنے والے ہیں جو بھی صورت پیش آئے گی آپ کو ضرور مطلع کروں گا، اِنشاءاللہ۔

---

[1] گزشتہ مارچ تک کے شماروں میں قارئین نے جہلم کے حکیم فیض عالم صاحب کی حضرت اقدس قدس سرہ العزیز سے قسط وار طویل خط و کتابت ملاحظہ فرمائی، بعد اَزاں اپریل کے شمارہ سے سرگودھا کے حکیم نیاز احمد صاحب کی حضرت اقدسؒ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کے وقت عمر کے متعلق طویل خط و کتابت ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ حکیم صاحب نے اِس سلسلہ میں ایک ضخیم کتاب لکھی ہے حکیم صاحب کو مغالطہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نکاح و رُخصتی کے وقت جو عمر اَحادیث میں آئی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ پیشِ نظر صفحات میں اِسی خط و کتابت کو دیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

۲۔ میرے خط کے متعلق جو آپ تحریر فرمانا چاہتے ہیں ضرور تحریر فرمائیں میں ممنون ہوں گا۔

مزاج نام کی میرے ہاں کوئی چیز نہیں میں شروع سے اَب تک طالب علم ہوں بے تکلف اظہارِ خیال کو پسند کرتا ہوں اور خود بھی اِسی پر عمل کرتا ہوں مگر دِل آزاری سے بہت ڈرتا ہوں اور اِس سے بچنے کی کوشش کرتا ہوں مجھے آپ کے گرامی نامے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ میرے ہاتھ میں رَعشہ ہے کبھی کبھی زیادہ ہوجاتا ہے۔

پچھلا خط مولانا سیف اللہ صاحب عثمانی سے نقل کرا کر بھیجا تھا۔

یاد آوری کا شکریہ زیادہ کیا۔

دُعا گو

نیاز احمد

سرگودھا ۲۱/اکتوبر ۸۰ء

محترمی مولانا صاحب ! السلام علیکم

میں نے آپ کی کتاب ''امام ابنِ ماجہ اور علم الحدیث'' دیکھی۔ عمدہ کتاب ہے اور بڑی محنت سے ترتیب دی ہے مگر مجھے آپ کے بعض مندرجات سے اختلاف ہے مفصل رائے فرصت کے وقت لکھوں گا۔

اِس وقت میں اپنی کتاب کی ترتیب میں مصروف ہوں، میں نے اپنی کتاب میں بنیادی طور پر چار رُواۃ پر گفتگو کی ہے۔

(۱) ہشام بن عروہ (۲) علی بن مسہر (۳) عبدالرزاق بن ہمام (۴) محمد بن مسلم زہری

آپ نے علی بن مسہر کی بے حد تعریف فرمائی ہے حتّٰی کہ لکھ دیا ہے کہ امام ثوری نے اپنی جامع اِن کی مدد سے تیار کی تھی اگرچہ آپ نے مقدمۂ کتاب التعلیم کا حوالہ دیا ہے مگر جب تک امام طحاوی کی اصل عبارت سامنے نہ ہو کچھ کہنا مشکل ہے۔ حاشیے میں آپ نے لکھا ہے کہ امام احمد، یحیٰی بن معین، ابوزُرعہ، نسائی اور ابنِ حبان نے متفقہ طور پر ثقہ کہا ہے۔ ص ۱۸۴ الخ۔

یہ خط کتابوں سے رُجوع کیے بغیر یادداشت سے لکھ رہا ہوں۔

میرے خیال میں علی بن مسہر کی یہ تعدیل مبالغہ ہے۔ امام احمد نے اِن کے بارے میں توقف فرمایا ہے '' لَاۤ اَدْرِیْ کَیْفَ اَقُوْلُ کَانَ قَدْ ذَھَبَ بَصَرُہٗ فَکَانَ یُحَدِّثُھُمْ مِنْ حِفْظِہٖ ''. (ابْنِ نُمَیْر) ''قَدْ دُفِنَ کُتُبُہٗ وَھُوَ کَثِیْرُ الرُّوَاتِ مِنَ الْکُوْفِیِّیْنَ''. (تھذیب)

''جواھر مضیه '' میں ہے کہ یہ امام ابو یوسف کے متوسلین میں سے تھے۔ اِن کے ایک بھائی عبدالرحمٰن کا ایک قصہ بھی لکھا ہے کہ وہ قاضی جیل تھے جب اِنہیں معلوم ہوا کہ ہارون الرشید دَورے پر آئے ہیں تو خود ہی اپنی تعریف کرنے دربار میں پہنچ گئے۔ قاضی ابو یوسف اُن کی اِس تعریف پر زیرلب مسکراتے رہے۔ ہارون الرشید نے قاضی صاحب سے مسکرانے کا سبب پوچھا تو اُنہوں نے فرمایا ''یہ خود قاضی جیل ہے تو ہارون الرشید نے کہا '' ھٰذَا الشَّیْخُ سَخِیْفُ الْعَقْلِ سَفْلَۃٌ '' اور قضاء سے معزول کرنے کا حکم دیا، اِلٰی آخِرِ الْقِصَّۃِ. (جواھر مضیه) حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں اِن کے متعلق لکھا '' لَہٗ غَرَائِبُ بَعْدَ مَا اَخْتَرَ'' اِس ایک جملہ میں پوری جرح آ گئی ہے۔ ابن سعد کا اکثری طریقہ یہی ہے ثِقَۃٌ کَثِیْرُ الْحَدِیْثِ یا ثِقَۃٌ قَلِیْلُ الْحَدِیْثِ یہ کثرت وقلت بھی اُن کی اپنی اِصطلاح ہے۔

کسی پہلے مصنف کا کسی کی تعدیل یا جرح میں کوئی ایک آدھ جملہ لکھ دینا حقیقتِ حال کو واضح نہیں کرتا کچھ اور حالات وواقعات وقرائن کو بھی دیکھنا چاہیے کہ صحیح صورت حالات سامنے آ جائیں۔

امام ابوحنیفہ کی جلالتِ قدر اور اُن کے علمی کام کی وقعت اِس پر موقوف نہیں ہے کہ ہم چند غیر معروف اوسط العلم رُواۃِ صحاح کو امام صاحب کا تلمیذ ثابت کردیں، میں مصنفینِ احناف کو اِسی مرض میں مبتلا پاتا ہوں۔ امامؒ صاحب کے فقہی مسلک کے عقلی ونقلی پہلو اِتنے روشن اور واضح ہیں کہ اگر ہم ایسے تلامیذ کے انتساب کا سہارا نہ بھی لیں تو وہ اپنی جگہ مستحکم اور مدلل ہیں۔

آپ نے لکھا ہے کہ امام ثوری نے امام صاحب کی فقہ کو علی بن مسہر سے اَخذ کیا ہے جو امام صاحب کے مختص تلامذہ میں سے شمار کیے جاتے ہیں (امام ابن ماجہ ص ۱۸۴)۔ میرے نزدیک آپ کے یہ دونوں دعوے محلِ نظر ہیں۔

۱۔ سفیانِ ثوری کا علی بن مسہر سے اخذِ فقہ

۲۔ علی بن مسہر کا مختص تلامیذ میں شمار

(۱) سفیانِ ثوری بذاتِ خود بہت بڑے محدث اور فقیہ ہیں، علی بن مسہر سے متقدم ہیں۔ اِن کی پیدائش ۹۷ھ ہے اِنہیں خود امام صاحب سے علی بن مسہر سے زیادہ قرب تھا۔ امام صاحب کے علوم کوئی لگی چھپی چیز نہیں تھی علماء کی مجلس میں مسائل پر کُھلی بحث و تمحیص ہوتی تھی وہ لکھ لی جاتی تھی پھر وہ اُن اہلِ علم تک ہاتھوں ہاتھ پہنچ جاتی تھی جو اِس مجلس میں حاضر نہیں ہوتے تھے۔ آپ کے بقول امام ابوحنیفہ نے اپنے اُستاد حماد کی وفات کے بعد ۱۲۰ھ میں اُن کے مدرسے کا انتظام سنبھال لیا تھا اور دَرس دینا شروع کر دیا تھا اُس وقت سفیانِ ثوری ۲۳ر سال کے نوجوان تھے اور علی بن مسہر تین چار سال کے بچے تھے کیونکہ اُن کی ولادت ۱۱۶ھ ہے۔

جس وقت علی بن مسہر کچھ اخذ کرنے کے قابل ہوئے ہوں گے ...... کیونکہ اہلِ کوفہ عادتاً بیس کی عمر سے پہلے اَکابر کی مجالس میں حاضر ہو کر اخذِ حدیث نہیں کرتے تھے ...... اُس وقت تک سفیانِ ثوری کا اپنا حلقۂ درس قائم ہو چکا ہو گا یعنی ۱۳۷ھ میں ...... پھر اگر امام ثوری کو امام ابوحنیفہ کی فقہ لینی ہی تھی تو اُن کے کسی مختص معروف تلمیذ سے لینی چاہیے تھی جن کے اِستنباط کی خود فقہ حنفی میں کوئی قدر و قیمت ہے جیسے امام زُفر، امام ابویوسف، امام محمد وغیرہ۔

آپ نے مقدمہ کتاب التعلیم اَز مسعود ابن شیبہ کا حوالہ دیا ہے اِس میں طحاوی کی کتاب اخبار ابی حنیفہ واصحابہٖ کا حوالہ ہے۔ آپ نے لکھا ہے یہ کتاب مجلسِ علمی کے کتب خانے میں ہے اِس عبارت سے یہ ظاہر نہیں ہے کہ مقدمہ کتاب التعلیم ہے یا امام طحاوی کی اخبار ابی حنیفہ، جب تک اخبار ابی حنیفہ کی اصل عبارت سامنے نہ ہو کیا کہا جا سکتا ہے ...... زیادہ سے زیادہ آپ نے اِس حوالے کو امام طحاوی تک پہنچا دیا آگے معلوم نہیں رُواۃ کی کیا حالت ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے یزید بن ہارون سے یہ روایت طحاوی کی اخبار میں آئی ہے تو اِس لحاظ سے امام طحاوی سن ۳۲۱ اور یزید سن ۲۰۶ کے درمیان دو تین واسطے ہونے چاہئیں ...... اِس روایت سے اگر استدلال ہو سکتا ہے تو صرف اِتنا کہ امام ثوری نے امام ابوحنیفہ کی املی کا کوئی مسودہ علی بن مسہر سے لے کر پڑھ لیا ہو گا، اِس سے یہ کہاں لازم آیا ہے کہ اِنہوں نے اپنی جامع علی بن مسہر کی مدد سے تیار کی اور وہ علی بن مسہر سے امام ابوحنیفہ کی فقہ اَخذ کیا کرتے تھے۔

(۲) علی بن مسہر کا اختصاصِ تلمذ : یہ بادی النظر میں ہی باطل ہے۔ امام ابوحنیفہ کے جہاں اور

بے شمار تلمیذ ہیں علی بن مسہر بھی ہوں گے لیکن اِختصاص کی کوئی دلیل نہیں ہے کسی کے مختص لکھ دینے سے مختص نہیں ہو جاتا۔ امام طحاوی نے جن مختصین کا ذکر کیا ہے اُن میں علی بن مسہر نہیں ہیں، نہ دس میں اور نہ چالیس میں۔ فقہ حنفی عبارت ہے امام ابوحنیفہ اور اُن کے تلامیذ کے تحقیقی کام سے۔ فقہ حنفی کی توجیہ و تعبیر میں مسائل کے بیان میں آپ کا کوئی قول ہماری نظر سے نہیں گزرا، اُن کا کوئی علمی کام ہمارے سامنے نہیں ہے نہ حدیث میں نہ فقہ میں نہ اَدب میں نہ لغت میں۔

مشہور ائمہ حدیث میں سے اور حفاظِ حدیث میں سے براہِ راست کوئی اِن کا تلمیذ نہیں ہے۔ غیر معروف لوگوں نے براہِ راست اِن سے روایت لی ہے وہ بھی گنتی کے چند لوگ ہیں انہوں نے بھی ان کے نابینا ہونے کے بعد ان سے روایات لی ہیں جب کہ ان کی روایت کا اعتبار ہی نہیں رہا تھا۔ احناف میں سے کوئی ممتاز قابل ذکر عالم اِن کا تلمیذ نہیں ہے کسی فن کے ماہر ہونے کی حیثیت سے ان کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ صرف صحاح میں چند روایتیں آجانے سے آدمی فن کا ماہر نہیں بن جاتا۔ جعفر بن سلیمان صحاح کے راوی ہیں لیکن اُمی تھے اور شیعہ بھی تھے صرف زَاہدانہ ہیئت سے متاثر ہو کر جعفر بن سلیمان کی روایات کو اہلِ سنت کے علماء نے قبول کیا ہے۔ علی بن مسہر کی روایت کو حفاظِ حدیث نے اِس لیے قبول کیا کہ نادر مضمون پر مشتمل تھی اور کسی سند سے تھی ہی نہیں۔ امام ابوحنیفہ کے معروف تلامیذ کو اربابِ صحاحِ ستہ نے نظر انداز کر دیا ہے۔ ان کا کوئی تذکرہ متداول کتبِ رجال میں نہیں ہے۔ کوئی معتبر روایت ان سے منقول نہیں ہے ان کتب میں اخذ حدیث کی بنیاد ہی تعصب پر مبنی ہے۔ آدمی کتنا ہی دیانتدار متقی اور پرہیزگار ہو مگر جب تک اَلْاِیْمَانُ قَوْلٌ وَّ عَمَلٌ کا قائل نہ ہو اس سے حدیث لیتے ہی نہ تھے۔ اہلِ سنت کی تعریف ہی یہ تھی کہ وہ خلق قرآن کے مسئلے میں بات ہی نہ کرے پھر اصحابُ الروایہ اور اصحابُ الرائے دو گروہ الگ الگ کر کے اصحابُ الروایہ کی ہی روایت قبول کرتے تھے۔ کسی راوی کا اِن صحاح میں آنا خصوصیت سے صحیحین میں آنا اِس بات کی دلیل ہے کہ حنفیت اُسے چھو کر بھی نہیں گئی۔ ان سے روایت ہی اِس لیے لی ہے کہ وہ اصحابِ ابی حنیفہ میں سے نہیں تھے۔ تہذیب التہذیب میں کسی معروف حنفی کا تذکرہ نہیں ہے۔

علی بن مسہر اپنے وقت میں قاضی رہے ہیں لیکن یہ محکمۂ قضاء کی ملازمت قاضی ابو یوسف کی مہربانی سے تھی یہ ان کے علم و فضل کی وجہ سے نہیں تھی جیسے کہ اُن کے حقیقی بھائی عبدالرحمٰن قاضی ابو یوسف کی وجہ سے

قاضی تھے۔ اِن کا رجال احناف میں شمار غالباً اِسی وجہ سے ہے حالانکہ یہ اُن کی مجبوری تھی اُس وقت سلطنت کا قانون فقہ حنفی تھا قاضی ابو یوسف قاضی القضاۃ تھے۔ اِس محکمے کی نوکری صرف ان کی چشم عنائت سے مل سکتی تھی، نہ بھی چاہتے ہوئے پھر بھی فقہ حنفی پر جبری عمل کرنا ہی پڑتا تھا۔ قاضی تو عمروس البلاد بغداد میں محمد بن عمر واقدی بھی رہے جن کی روایت کو کوئی بھی قبول نہیں کرتا یہ آخر میں چونکہ ایک سازش کی وجہ سے نابینا ہوگئے تھے نوکری چھوٹ گئی تھی گھر بیٹھ رہے تھے اس لیے نوجوان طلاب نے اہل الروایۃ سمجھ کر ان کی روایت قبول کی۔

رہا نفس تعدیل کا مسئلہ تو اصل یہ ہے کہ محدثین کا ذہن قبول روایت کی طرف مائل ہے، جب تک خصوصی علتِ قادحہ نہ ہو وہ روایت کو رد نہیں کرتے، اور جب روایت دُوسری سند سے بھی ثابت ہو تو اور کچھ نہیں مؤید ضرور ہوتی ہے۔

سب سے زیادہ قابل افسوس حالت ہم احناف کی ہے۔ حدیث کے معاملے میں ہم بالکل تہی دامن ہیں، حدیث میں ہماری کوئی معتبر کتاب نہیں، صحاح ستہ میں ہمارا کوئی مصنف نہیں ہے۔ اصول حدیث میں ہماری کوئی کتاب نہیں ہے۔ تذکرۂ حفاظِ احناف کسی نے مرتب نہیں کیا۔ امام ابوحنیفہ نے جن روایات پر اپنے مسلک کی بنیاد رکھی ہے وہ سب سے زیادہ مستند ہے کیونکہ اِن روایات میں وسائط کم ہیں یہ صحت ویقین سے زیادہ قریب ہیں مگر امام صاحب کی اَسناد سے ان کے حالات ہم نے تفحص کے بعد مرتب نہیں کیے۔

ہمارا درس حدیث مرعوبیت اور دفاعی اور معذرت کے انداز کا ہوتا ہے۔ ہماری بنیادی کوشش یہی ہوتی ہے کہ ہمارا مسلک حدیث کے خلاف نہیں ہے ہم نے اہل الروایۃ کے تمام اصولِ روایات کو من وعن تسلیم کرلیا ہے، اور اَب عملاً اسی پر عامل ہیں۔ ہم دوعملی میں گرفتار ہیں مقلد امام ابوحنیفہ کے ہیں اور صحیح روایات صحاح میں ہیں، ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں اصح الکتب بعد کتاب اللہ بخاری ہے اور کتاب الآثار کی اس کے مقابلے میں کوئی حقیقت نہیں۔ اگر ہم سے کہا جائے دونوں کتابوں میں سے ایک اختیار کرلو تو ہم بخاری کو اختیار کریں گے، ہم یہ سمجھتے ہیں کہ صحیح بخاری کا ایک شوشہ اور نقطہ بھی غلط نہیں۔ ہم بخاری کی ہر روایت کو صحیح ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں۔ حالانکہ امام مسلم نے بخاری سے ایک روایت بھی قبول نہیں کی باوجودیکہ وہ اِن کے شیخ تھے۔ امام ترمذی نے کہیں بھی امام بخاری کا مسلک بیان نہیں کیا۔ ہماری تمام ذہانت اس میں صرف ہوتی کہ ترجمۃ الباب کی حدیث سے کیا مطابقت ہے۔ وہ وہ نکات پیدا کرتے ہیں کہ خود امام بخاری کے

وہم وخیال میں کبھی نہیں آئے ہوں گے، ہمارے نزدیک امام بخاری تمام ائمہ سے بڑھ کر مافوق الانسان تھے۔ امام بخاری سے حدیث میں کبھی کوئی غلطی نہیں ہوئی۔ ابن مندہ نے کہہ دیا تھا کہ امام بخاری مدلّس ہیں سب نے اِس کی تردید کی۔ آپ نے بھی امام محمد بن یحیٰی ذہلی کے معاملے میں اُن کی روش کا اظہار کیا ہے۔

میری تحقیق کے مطابق امام بخاری کی کبھی محمد بن یوسف فریابی سے ملاقات نہیں ہوئی۔ ان کی وفات ۲۱۲ھ میں ہے امام بخاری نے پہلا سفر ۲۱۰ھ میں اپنے وطن سے حجاز کا کیا ہے دوسال تک حرمین میں رہے محمد بن یوسف فریابی نے ضعف کی وجہ سے عرصے سے سفر ترک کر دیا تھا۔ امام بخاری نے اِن کی وفات کے عرصہ بعد شام کا سفر کیا ہے اور فریاب گئے ہیں۔ اور اُن کے وارثوں سے اُن کی روایات حاصل کی ہیں، ان میں سے کچھ روایات اپنی کتاب میں درج کی ہیں۔ کہا جاتا ہے بخاری کے نزدیک کم ازکم ایک دفعہ راوی کا مروی عنہ سے لقاء ضروری ہے۔ اور اصطلاح محدثین میں ''حَدَّثَنَا'' کہنا لقاء کو ظاہر کرتا ہے مگر امام بخاری محمد بن یوسف کی روایت میں ''حَدَّثَنَا'' فرماتے ہیں تو اِسے کیا کہا جائے گا؟

یہاں عدم لقاء ثابت ہے اور ''وِجَادَۃٌ'' بھی نہیں ہے اور اگر ہے تو کہیں تصریح نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ محمد بن یوسف سے بخاری نے ۲۲ روایات اپنی صحیح میں بیان کی ہیں۔ روایتِ تزوج میرے سامنے ہے اِس میں بخاری نے اس طرح روایت شروع کی ہے ''**حدثنا محمد بن یوسف (الفریابی) قال حدثنا سفیان (الثوری) عن ھشام بن عروۃ**''

اس روایت میں میں نے حافظ کی اِس قید ثوری کی وجہ سے یہاں سفیان ثوری مراد لیے ہیں ورنہ میرے نزدیک یہاں سفیان بن عیینہ مراد ہیں۔ اگر ایسا ہو تو روایتِ تزوج ہشام میں ایک راوی کم ہو جاتا ہے۔ لکھنا تو بہت کچھ چاہتا تھا مگر تھک گیا ہوں اِس لیے ختم کرتا ہوں۔ آپ کی کتاب پر اپنے خیالات کا اِظہار پھر کروں گا۔ حافظ مولانا عبدالشہید صاحب کی خدمت میں سلام۔

دُعا گو

نیاز احمد

حقانی مطب بلاک نمبر 9 سرگودھا

(جاری ہے)

عورتوں کے رُوحانی امراض

﴿ از اِفادات : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

رُسوم ورواج ختم کرنے کا شرعی طریقہ :

رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ بعض روغنی برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا تھا پھر فرماتے ہیں کُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ فَانْبِذُوْا فِيْهَا فَإِنَّ الظَّرْفَ لَايُحِلُّ وَلَايُحَرِّمُ یعنی پہلے میں نے روغنی برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع کیا تھا اَب اُس میں نبیذ بنایا کرو اور علت اور اِرشاد بیان فرماتے ہیں کہ برتن نہ کسی چیز کو حرام کرتا ہے اور نہ حلال کرتا ہے۔ پھر اِس کے باوجود منع فرمایا تھا وجہ صرف یہ تھی کہ لوگ شراب کے عادی ہیں تھوڑے سے نشہ کو محسوس نہ کرسکیں گے اور اِن برتنوں میں پہلے شراب بنائی جاتی تھی اِس لیے خمر (شراب) سے پورا اِجتناب نہ کرسکیں گے اور گنہگار رہوں گے پس پورے اِجتناب کا یہی طریقہ ہے کہ اُن برتنوں میں نبیذ بنانے سے مطلقاً روک دیا جائے۔ جب طبیعتیں شراب سے بالکل متنفر ہوجائیں اور ذرا سے نشہ کو پہچاننے لگیں تو پھر اِجازت دے دی جائے۔

اِسی طرح اِن رسموں کی حالت ہے کہ ظاہری اِباحت کو دیکھ کر لوگ اُس کو اِختیار کرتے ہیں اور منکرات کو نہیں پہچانتے جو اُن کے ضمن میں پائے جاتے ہیں تو اُس کے لیے اِصلاح کا کوئی طریقہ نہیں ہوسکتا سوائے اِس کے کہ چندروز تک اصل عمل ہی کو ترک کردیں اور یہ بات کہ اَصل عمل باقی رہے اور منکرات عام طور سے دُور ہوجائیں، سو ہمارے امکان سے تو باہر ہے جب رسول اللہ ﷺ نے یہ طریقہ اختیار فرمایا تو ہم کیا ہیں کہ اُس کے سوا تدبیریں اختیار کرتے ہیں پھر جب تک تدبیر عقلاً بھی مفید معلوم ہوتی ہے اور اِنقلاب بھی ثابت ہوچکی ہے تو ضرورت ہی کیا ہے کہ اُس سے عدول کیا جائے۔ (تطہیر رمضان)

رُسوم کی مخالفت کرنے والا ولی اور اللہ کا مقبول بندہ ہے :

بعض لوگ طعن وتشنیع کے خوف سے رُسوم پر عمل کرلیتے ہیں مگر جس شخص میں احکام کی تعمیل کا مادّہ ہوگا وہ رسوم کو ترک کرنے میں کسی کے طعن وتشنیع کا کبھی خیال نہ کرے گا اور گو باہمت مسلمان سے یہ کچھ بعید نہیں

لیکن آج کل مخالفتِ عامہ کی وجہ سے ایسا شخص قابل تعریف ہے۔ ایسا شخص آج کا ولی اور اللہ کا مقبول بندہ ہے۔

رُسوم کی پابندی کرنے والے پر لعنت کے مستحق ہیں :

حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا چھ شخصوں پر میں اور حق تعالیٰ اور فرشتے لعنت کرتے ہیں، منجملہ اُن کے ایک وہ شخص ہے جو رسمِ جاہلیت کو تازہ کرے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا سب سے زیادہ بُغض اللہ تعالیٰ کو تین شخصوں کے ساتھ ہے اُن میں سے ایک یہ بھی فرمایا کہ جو شخص اِسلام میں آکر جاہلیت کا کام برتنا چاہے۔ مضامینِ مذکورہ کی بہت سی اَحادیث موجود ہیں۔ اِس بارے میں تم لوگ شریعت کا مقابلہ کررہے ہو، اللہ کے لیے اِن کفار کی رُسوم کو چھوڑ دو۔ (اصلاح الرسوم)

تمام مسلمانوں کی ذمّہ داری :

ہر مسلمان مرد و عورت پر لازم ہے کہ سب بے ہودہ رسموں کو مٹانے پر ہمت باندھے اور دِل و جان سے کوشش کرے کہ ایک رسم بھی باقی نہ رہے اور جس طرح حضرت محمد ﷺ کے مبارک زمانہ میں سادگی سے سیدھے سادھے طور پر کام ہوا کرتے تھے اُس کے موافق اَب پھر ہونے لگیں جو مرد اور عورتیں یہ کوشش کریں گے اُن کو بڑا ثواب ملے گا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ سنت کا طریقہ مٹ جانے کے بعد جو کوئی (اُس سنت کے طریقہ کو) زندہ کرتا ہے۔ اُس کو سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے۔ (بہشتی زیور)

عورتیں چاہیں تو سارے رُسوم و رَواج ختم ہو جائیں :

میں عورتوں سے درخواست کرتا ہوں کہ اُن کو چاہیے کہ مردوں کو رُسوم سے روکیں اور اُن کا روکنا بہت مؤثر ہے ایک تو اِس وجہ سے کہ اُن قصوں (رسوم و رواج) کی اصل بانی یہی ہیں جب یہ خود رُکیں گی اور مردوں کو روکیں گی تو کوئی بھی قصہ نہ ہوگا۔ اِس کے علاوہ اُن کا لب و لہجہ اور اُن کا کلام بے حد مؤثر ہوتا ہے، اُن کا کہنا دِل میں گھس جاتا ہے اِس لیے اگر یہ چاہیں تو بہت جلد روک سکتی ہیں۔ (جاری ہے)

حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کے مناقب

﴿ حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ﴾

حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا سیّد عالم ﷺ کی دُوسری صاحبزادی ہیں۔ اِس پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سب صاحبزادیوں میں بڑی تھیں، اِن کے بعد حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا اور حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ اِن دونوں میں آپس میں کون سی بڑی تھیں اِس میں سیرت لکھنے والوں کا اختلاف ہے۔ بہرحال یہ دونوں بہنیں اپنی بہن حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے چھوٹی تھیں۔

اِن دونوں بہنوں کا نکاح ابولہب کے بیٹوں عُتْبَہ اور عُتَیْبَہ سے آنحضرت ﷺ نے کردیا تھا۔ حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح عتبہ سے اور حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح عتیبہ سے ہوا تھا۔ ابھی صرف نکاح ہی ہوا تھا رُخصت نہ ہونے پائی تھیں کہ قرآن مجید کی سورۃ تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَھَبٍ نازل ہوئی جس میں ابولہب اور اُس کی بیوی (اُم جمیل) کی مذمت (بُرائی) کی گئی ہے اور اُن کے دوزخ میں جانے سے مطلع کیا گیا ہے۔ جب یہ سورت نازل ہوئی تو ابولہب نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ محمد (ﷺ) کی بیٹیوں کو طلاق دے دو ورنہ تم سے میرا کوئی واسطہ نہیں۔ ابولہب کی بیوی اُم جمیل نے بھی بیٹوں سے کہا کہ یہ دونوں لڑکیاں (یعنی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں) (العیاذ باللہ) بددین ہوگئی ہیں لٰہذا اِن کو طلاق دے دو چنانچہ دونوں لڑکوں نے ماں باپ کے کہنے پر عمل کیا اور طلاق دے دی۔ (اُسد الغابہ)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے نکاح :

جب حضورِ اقدس ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح عتبہ سے کردیا تو اِس کی خبر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ملی۔ وہ اُس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اِس خبر سے اِن کو بڑا ملال ہوا اور یہ حسرت ہوئی کہ کاش میرا نکاح محمد (ﷺ) کی صاحبزادی رُقیہ رضی اللہ عنہا سے ہوجاتا۔ یہ سوچتے ہوئے اپنی خالہ حضرت سعدیٰ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے اور اُن سے تذکرہ کیا۔ خالہ صاحبہ نے اِن کو اِسلام کی تبلیغ دی وہاں سے چل کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور اِن کو اپنی خالہ کی باتیں بتائیں جو

اُنہوں نے اِسلام کی ترغیب دیتے ہوئے کہی تھیں۔ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے اِن کی باتوں کو سراہتے ہوئے خود بھی دعوتِ اسلام پیش کی اور فرمایا :

وَیْحَکَ یَا عُثْمَانُ اِنَّکَ لَرَجُلٌ حَازِمٌ اَیَخْفٰی عَلَیْکَ الْحَقُّ مِنَ الْبَاطِلِ هٰذِهِ الْاَوْثَانُ الَّتِیْ یَعْبُدُهَا قَوْمُکَ اَلَیْسَتْ حِجَارَةً صُمًّا لَا تَسْمَعُ وَلَا تُبْصِرُ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ .

افسوس ! اے عثمان (اب تک دعوتِ حق تم نے قبول نہیں کی) تم تو ہوشیار اور سمجھ دار آدمی ہو، حق اور باطل کو پہچان سکتے ہو، یہ بُت جن کو تمہاری قوم پوجتی ہے کیا گونگے پتھر نہیں ہیں جو نہ سُنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں نہ نفع ضرر پہنچا سکتے ہیں۔

یہ سُن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ بیشک آپ نے سچ کہا۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ سید عالم ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیے تشریف لے آئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے سامنے اِسلام قبول کرلیا۔ اِن ہی دِنوں میں ابولہب کے بیٹوں نے آنحضرت ﷺ کی صاحبزادیوں کو طلاق دے دی تھی لہٰذا آنحضرت ﷺ نے حضرتِ رُقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کردیا (الاصابہ)۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا سے بڑی تھیں۔ دونوں کو ایک ساتھ طلاق ہوئی تو بظاہر عقل کا مقتضٰی یہ ہے کہ پہلے بڑی دُختر کی شادی کی ہوگی (الاستیعاب)۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

ہجرتِ حبشہ :

جوں جوں مسلمان بڑھتے جارہے تھے اور اِسلام کے حلقہ بگوشوں کے جتھے میں اضافہ ہوتا جارہا تھا مشرکین مکہ اِسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کی تدبیریں کرتے جارہے تھے۔ اِن ظالموں نے خدائے وحدہٗ لاشریک کے پرستاروں کو اِس قدر ستایا کہ اپنے دین کی سلامتی اور جان کی حفاظت کے لیے اِن حضرات کو اپنے مالوف وطن چھوڑنے پڑے۔ مسلمانوں کی ایک جماعت ترکِ وطن کرکے حبشہ کو چلی گئی۔ ان میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ بنت سید البشر حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر حبشہ کو

ہجرت کی تھی۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی اہلیہ محترمہ کے ساتھ حبشہ کو روانہ ہوئے تو (کئی روز تک) آنحضرت ﷺ کو اِن کی خیر خبر نہ ملی۔ آپ ﷺ اِس فکر میں مکہ معظّمہ سے باہر جا کر مسافروں سے معلوم فرمایا کرتے تھے۔ ایک روز ایک عورت نے کہا کہ میں نے اِن کو دیکھا ہے۔ اُس کا جواب سُن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اِن کا ساتھی ہے۔ بیشک لوط علیہ السلام کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ سب سے پہلا مہاجر ہے جس نے اپنی اہلیہ کے ساتھ ہجرت کی ہے۔ (اُسد الغابہ)

حبشہ کو دوبارہ ہجرت :

اِن دونوں حضرات کے ساتھ چند مسلمان مرد عورتیں اور بھی تھیں۔ جب یہ حضرات حبشہ پہنچ گئے تو وہاں یہ خبر ملی کہ مکہ والے مسلمان ہوگئے ہیں اور اِسلام کو غلبہ ہوگیا ہے۔ اِس خبر سے یہ حضرات بہت خوش ہوئے اور اپنے وطن کو واپس لوٹے لیکن مکہ معظّمہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط ہے اور پہلے سے بھی زیادہ تکلیفیں مسلمانوں کو دی جارہی ہیں، یہ سن کر بہت قلق ہوا۔ پھر اِن میں سے بعض حضرات وہیں سے حبشہ کو واپس ہوگئے۔ پہلی ہجرت کے بعد ایک بڑی جماعت نے (جس میں ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتیں بتلائی جاتی ہیں) متفرق طور پر ہجرت کی اور پہلی ہجرت حبشہ کی ''ہجرتِ اُولیٰ'' اور یہ دُوسری ہجرت حبشہ کی ''ہجرتِ ثانیہ'' کہلاتی ہے۔ بعض صحابہؓ نے حبشہ کو دونوں ہجرتیں کیں اور بعض نے صرف ایک ہجرت کی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ محترمہ حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دونوں مرتبہ حبشہ کو ہجرت کی تھی قَالَ فِیْ اُسُدِ الْغَابَةِ وَھَاجَرَا کِلَاھُمَا اِلَی الْاَرْضِ الْحَبْشَةِ الْھِجْرَتَیْنِ ثُمَّ اِلٰی مَکَّةَ وَھَاجَرَا اِلَی الْمَدِیْنَةِ .

مدینہ منورہ کو ہجرت :

دُوسری مرتبہ دونوں حضرات حضرت عثمان اور حضرت رقیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) ہجرت کر کے حبشہ تشریف لے گئے پھر وہاں سے مکہ معظّمہ تشریف لے آئے اور اِس کے بعد مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت کی قَالَ الْحَافِظُ فِی الْاِصَابَةِ وَالَّذِیْ عَلَیْهِ اَھْلُ السِّیَرِ اَنَّ عُثْمَانَ رَجَعَ اِلٰی مَکَّةَ مِنَ الْحَبْشَةِ مَعَ مَنْ رَجَعَ ثُمَّ ھَاجَرَ بِاَھْلِهٖ اِلَی الْمَدِیْنَةِ . (حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اہل سیر کا یہی کہنا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ لوٹ آنے والوں کے ساتھ مکہ آئے پھر اہلیہ کے ساتھ مدینہ طیبہ ہجرت کی)۔

اَولاد :

حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے صرف ایک صاحبزادہ تولد ہوا جس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ اس صاحبزادہ کی ولادت حبشہ میں ہوئی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایک صاحبزادہ کا نام اِسلام سے پہلے عبداللہ تھا، اِس کی وجہ سے ابوعبداللہ کنیت تھی۔ پھر جب حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا سے صاحبزادہ تولد ہوا تو اُس کا نام بھی عبداللہ تجویز کیا اور اپنی کنیت ابوعبداللہ باقی رکھی۔ (الاستیعاب)

اِس صاحبزادہ نے چھ برس کی عمر پائی اور جمادی الاولیٰ ۴ھ میں وفات پائی۔ حضرت سید عالم ﷺ نے اِن کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قبر میں اُتارا۔ وفات کا سبب یہ ہوا کہ ایک مرغ نے اِن کی آنکھ میں ٹھونگ ماردی جس کی وجہ سے چہرہ پر ورم آگیا۔ مرض نے ترقی کی حتّٰی کہ راہی ملکِ بقا ہوگئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اُسد الغابہ)۔ حضرت عبداللہؓ کے بعد حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے کوئی اَولاد نہیں ہوئی۔ (الاصابہ)

وفات :

حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا نے ۲ھ میں وفات پائی۔ یہ غزوۂ بدر کا زمانہ تھا۔ حضورِ اقدس ﷺ جب غزوۂ بدر کے لیے روانہ ہوئے تو حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا بیمار تھیں۔ اُن کی تیمارداری کے لیے آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر روانہ ہوئے اور چونکہ آپ ﷺ کے اِرشاد سے اُنہوں نے غزوۂ بدر کی شرکت سے محرومی منظور کی تھی اِس لیے آنحضرت ﷺ نے اُن کو اِس مبارک غزوہ میں شریک ہی مانا اور مالِ غنیمت میں اُن کا حصہ بھی لگایا۔ جس روز حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ فتح کی خوش خبری لے کر مدینہ منورہ پہنچے اُسی روز حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔ ابھی اِن کو دفن کر ہی رہے تھے کہ اللہ اکبر کی آواز آئی۔ حضرت عثمانؓ نے حاضرین سے پوچھا کہ یہ تکبیر کیسی ہے؟ لوگوں نے توجہ سے دیکھا تو نظر آیا کہ حضرت زید بن حارثہؓ سید عالم ﷺ کی اُونٹنی پر سوار ہیں اور معرکہ بدر سے مشرکین کی شکست اور مسلمانوں کی فتح کی خوش خبری لے کر آئے ہیں۔ حضرت رقیہؓ کے جسم مبارکہ پر سوزش والے آبلے اور زخم پڑ گئے تھے۔ اِسی مرض میں وفات پائی۔ سید کونین ﷺ غزوۂ بدر کی شرکت اور مشغولیت کی وجہ سے اِن کے دفن میں شریک نہ ہوسکے تھے۔ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَعِتْرَتِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ ۔

قسط : 1

کمپنیوں کی محدود ذمہ داری کی شرعی حیثیت اور جواز میں مولانا تقی عثمانی مدظلہ کے دیے گئے دلائل کا جواب

﴿ حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب ﴾

کسی کمپنی کے لمیٹڈ ہونے یا اُس کی ذمّہ داری کے محدود ہونے سے مراد یہ ہے کہ کمپنی میں سرمایہ کاری کرنے والے صرف اپنے لگائے ہوئے سرمایہ تک ذمّہ دار ہوں گے اِس سے زیادہ کے ذمّہ دار نہ ہوں گے۔ لہٰذا اگر کمپنی کبھی دیوالیہ قرار پائے اور اُس پر قرض اُس کے تحلیل شدہ اَثاثوں سے زیادہ ہوں تو قرض دہندگان کو اَثاثوں سے زائد قرضوں سے محروم رہنا پڑے گا۔ زیرِ نظر مضمون میں کمپنی کی اِس محدود ذمّہ داری کی حقیقت اور اِس کی شرعی حیثیت سے بحث کی گئی ہے۔ (عبدالواحد غفرلہٗ)

بِسْمِ اللّٰهِ حَامِدًا وَّ مُصَلِّیًا

بادی النظر میں ہی کمپنیوں کی محدود ذمہ داری کا تصور اسلام سے مطابقت نہیں رکھتا کیونکہ اس میں بندوں کے حقوق ضائع ہوتے ہیں۔ جناب مولانا تقی عثمانی مدظلہ کی اس کے جواز کے حق میں لکھی گئی دو قدرے مفصل تحریریں ہمیں پڑھنے کو ملیں۔

1- ایک اُردو میں جو اُن کی کتاب ''اسلام اور جدید معیشت و تجارت'' میں کمپنی پر ایک نظر شرعی حیثیت سے'' کے عنوان سے ص 79 تا ص 83 موجود ہے۔

2- دُوسری انگریزی میں جو اُن کے صاحبزادے مولوی عمران اشرف صاحب عثمانی کی کتاب Meezan bank's guide to Islamic Banking کے صفحات 223 تا 232 پر The Principle of Limited Liability کے عنوان سے ہے۔

اُردو تحریر میں تو نہیں البتہ انگریزی تحریر میں مولانا مدظلہ لکھتے ہیں :

As a humble student of Shariah, this author have been considering the issue since long, and what is going to be presented in this article should not be treated as a final verdict on this subject, nor an absolute opinion on the point. It is the outcome of initial thinking on the subject, and the purpose of this article is to provide a foundation for further research.(Meezan Bank's guide to Islamic Banking P-224)

''شریعت کے ایک معمولی طالب علم کی حیثیت سے میں بہت عرصہ سے اس مسئلہ پر غور کرتا رہا ہوں اور اس مضمون میں جو خیال پیش کیا جا رہا ہے اس کو اس موضوع پر فیصلہ کن بات نہ سمجھی جائے۔ یہ ایک ابتدائی غور وفکر کا نتیجہ ہے اور اس کا اصل مقصد مزید تحقیق کیلئے بنیاد فراہم کرنا ہے''۔

اگرچہ ہمیں مولانا مدظلہ کے مؤقف سے اتفاق نہیں ہوا لیکن ہم مولانا کی نکتہ رسی کا اعتراف کرتے ہیں اور اَلْفَضْلُ لِلْمُتَقَدِّمِ کے قائل ہیں۔ اہل علم میں یہ طریقہ متداول ہے کہ اختلاف کرنے والے حضرات اپنے دلائل دیتے ہیں اور ان کی تقویت بیان کرتے ہیں جبکہ دُوسرے فریق کے دلائل کو چھان پھٹک کر ان کی کمزوری ظاہر کرتے ہیں۔ اس طریقہ میں ناقدانہ رنگ کا آنا ناگزیر ہے۔ ہماری تحریر میں بھی جو یہ رنگ نظر آئے تو اس کو بے ادبی اور بے احترامی پر محمول نہ کیا جائے۔

کمپنی کی محدود ذمہ داری کا تعارف :

خود مولانا مدظلہٗ اِس کا تعارف یوں کراتے ہیں :

The limited liability in the modern economic and legal terminology is a condition under which a partner or a shareholder of a business secures himself from bearing a

loss greater than the amount he has invested in a company or partnership with limited liability. If the business incurs a loss, the maximum a shareholder can suffer is that he may lose his entire original investment. But the loss cannot extend to his personal assets, and if the assets of the company are not sufficient to discharge all its liabilities, the creditors cannot claim the remaining part of their receivables from the personal assets of the shareholders.

Rather, it will be truer, perhaps, to say that the concept of "limited liability"originally emerged with the emergence of the corporate bodies and joint stock companies. The basic purpose of the introduction of this principle was to attract the maximum number of investors to the large-scale joint ventures and to assure them that their personal fortunes will not be at stake if they wish to invest their savings in such a joint enterprise. In the practice of modern trade, the concept proved itself to be a vital force to mobilize large amounts of capital from a wide range of investors.

The question of "limited liability" it can be said, is closely related to the concept of juridical personality of the modern corporate bodies. According to this concept, a joint-stock company in itself enjoys the status of a separate entity as distinguished from the individual

entities of its shareholders. The separate entity as a fictive person has legal personality and may thus sue and be sued, may make contracts, may hold property in its name, and has the legal status of a natural person in all its transactions entered into the capacity of a juridical person.

The basic question, it is believed, is whether the concept of a 'juridical person' is acceptable in shariah or not. Once the concept of "juridical person" is accepted and it is admitted that, despite its fictive nature, a juridical person can be treated as a natural person in respect of the legal consequences of the transactions made in its name, we will have to accept the concept of "limited liability" which will follow as a logical result of the former concept. The reason is obvious. If a real person i.e. a human being dies insolvent, his creditors have no claim except to the extent of the assets he has left behind. If his liabilites exceed his assets, the creditors will certainly suffer, no remedy being left for them after the death of the indebted person.

Now, if we accept that a company, in its capacity of a juridical person, has the rights and obligations similar to those of a natural person, the same principle will apply to an insolvent company. A company, after becoming insolvent, is bound to be liquidated: and the liquidation of

a company corresponds to the death of a person, because a company after its liquidation cannot exist any more. If the creditors of a real person can suffer, when he dies insolvent, the creditors of a juridical person may suffer too, when its legal life comes to an end by its liquidation.

(Meezan Bank's guide to Islamic Banking pp 223-225)

''جدید قانون اور جدید اقتصادیات کی اصطلاح میں **limited liability** یعنی محدود ذمہ داری سے وہ حالت مراد ہے جس میں کاروبار کا شریک یا حامل حصص کمپنی یا شراکت میں اپنے لگائے ہوئے سرمایہ سے زیادہ نقصان سے اپنے کو بری رکھتا ہے۔ لہٰذا اگر کاروبار میں نقصان ہو جائے تو وہ اس کاروبار میں لگائے ہوئے اپنے سرمایہ کی حد تک تو نقصان برداشت کرے گا، اس سے زیادہ نہیں۔ اور اگر کمپنی کے اثاثہ جات اس پر واجب الاداء قرضوں کی ادائیگی کے لیے پورے نہ ہوں تو دائنین اور قرض خواہ اپنے باقی ماندہ قرضوں کی واپسی کا مطالبہ حاملین حصص کے دیگر ذاتی اثاثہ جات میں سے نہیں کر سکتے۔

...... یہ کہنا شاید زیادہ دُرست ہوگا کہ محدود ذمہ داری کا تصور ابتداءً کارپوریٹ اداروں اور جوائنٹ سٹاک کمپنیوں کے وجود میں آنے سے ابھرا۔

محدود ذمہ داری کے ضابطہ کو اختیار کرنے کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ بڑے مشترکہ کاروباری منصوبوں میں زیادہ سے زیادہ سرمایہ کاروں کو راغب کیا جائے اور انہیں اطمینان دلایا جائے کہ نقصان کی صورت میں ان کے لگائے ہوئے سرمایہ کے علاوہ ان کے دیگر ذاتی اثاثہ جات پر زد نہ پڑے گی۔ موجودہ تجارت کے رواج میں محدود ذمہ داری کا تصور بہت سے سرمایہ کو متحرک کرنے کا باعث بنا ہے۔

یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ محدود ذمہ داری کے مسئلہ کا موجودہ مشترکہ کاروباری اداروں کی قانونی شخصیت سے گہرا تعلق ہے۔ محدود ذمہ داری کے تصور کے مطابق ایک مشترکہ

سٹاک کمپنی ایک علیحدہ مستقل شخصیت رکھتی ہے جو حاملین حصص کی انفرادی شخصیتوں سے جداگانہ حیثیت کی حامل ہے۔ یہ جداگانہ شخصیت اگرچہ فرضی ہے لیکن اس کو قانونی اعتبار حاصل ہے اور اس وجہ سے وہ خود مدعی اور مدعا علیہ بننے، معاملات کرنے اور اپنے نام جائیداد کی ملکیت رکھنے کی اہلیت کی حامل ہے اور لین دین کے اپنے تمام معاملات میں اس کو حقیقی شخص کی سی قانونی حیثیت حاصل ہے۔ گویا حقیقی شخص کے مقابلے میں یہ معنوی یا قانونی شخص ہے۔

اب بنیادی سوال یہ ابھرتا ہے کہ کیا قانونی شخص کا تصور شریعت کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے یا نہیں؟ جب اس کو تسلیم کرلیا جائے کہ قانونی شخص کو باوجود معنوی ہونے کے حقیقی شخص کی طرح اعتبار کیا جاسکتا ہے تو اس کے منطقی نتیجہ کے طور پر محدود ذمہ داری کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔ اس کی وجہ واضح ہے کیونکہ اگر کوئی حقیقی انسان مفلس ہوکر مرجاتا ہے تو اس کے قرض خواہوں اور دائنین کی رسائی صرف اس کے اثاثوں تک رہتی ہے جو وہ چھوڑ کر مرا۔ اگر اس پر قرضے اس کے اثاثوں سے زائد ہوں تو زائد قرض سے ان کو محروم ہونا پڑے گا اور اس کا کوئی مداوا نہ ہوگا۔ اور اگر یہ بات تسلیم کرلی جائے کہ قانونی شخص کی حیثیت سے کمپنی ان ہی حقوق و ذمہ داریوں کی حامل ہے جو حقیقی شخص رکھتا ہے تو یہی ضابطہ مفلس و دیوالیہ کمپنی پر بھی لاگو ہوگا۔ مفلس ہونے کے بعد کمپنی کی لامحالہ تحلیل ہوگی اور کسی کمپنی کا تحلیل ہونا ایسے ہی ہے جیسے ایک حقیقی شخص کا مرجانا کیونکہ تحلیل ہونے کے بعد کمپنی کا وجود باقی نہیں رہتا۔ اگر حقیقی شخص کے قرض خواہ اس کی مفلسی میں موت کی وجہ سے محروم ہوسکتے ہیں تو قانونی شخص کی تحلیل سے ختم ہونے پر اس کے قرض خواہ اور دائنین بھی محروم ہوسکتے ہیں''۔

کیا جوائنٹ سٹاک کمپنی شرعاً قانونی شخص ہے ؟

مولانا تقی عثمانی مدظلہ جوائنٹ سٹاک کمپنی کو قانونی شخص قرار دیتے ہیں اور انہوں نے فقہ اسلامی سے بیت المال اور وقف کی صورت میں اس کے نظائر تو پیش کیے ہیں لیکن شرعی اعتبار سے کمپنی صرف قانونی شخص ہی

بن سکتی ہے، حقیقی شخص نہیں اس کے لیے اُنہوں نے کوئی شرعی دلیل نہیں دی۔ یاد رہے کہ جب وہ قانونی شخص کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو قانون سے ان کی مراد ملکی غیر شرعی قانون ہے۔ مطلق شخص اور قانونی شخص کے بارے میں ہم پہلے ملکی قانون کے مطابق کچھ تفصیل ذکر کرتے ہیں۔

سامنڈ (Salmond) نے شخص کی تعریف یوں کی ہے :

A person is any being to whom the law attributes a capability of interests and therefore of rights, of acts and there fore of duties. (Jurisprudence by M. Farani p.118)

''شخص ہر وہ ہستی ہے جس کو قانونی مفادات و اعمال کی صلاحیت سے اور نتیجہ میں حقوق اور ذمہ داریوں سے متصف قرار دیتا ہے''۔

گرے (Gray) نے بھی شخص کی ایسی ہی تعریف کی ہے :

An entity to which rights and duties may be attributed.

''وہ ہستی جس کو حقوق و ذمہ داریوں سے متصف قرار دیا جا سکتا ہے''۔

اور کیٹن (Keeton) آگے وضاحت کرتے ہیں :

In law, we are concerned with legal persons, whether they are natual i.e., human beings capable of sustaining rights and duties or artificial or juristic i.e. groups or things to which law attributes the capacity of bearing rights and duties. (Jurisprudence by M. Farani p.118)

''قانون میں ہماری بات قانونی اشخاص کی ہوتی ہے خواہ (i) وہ حقیقی ہوں یعنی انسان ہوں جو حقوق و ذمہ داریوں کا تحمل کر سکتے ہوں یا (ii) وہ فرضی یا قانونی ہوں یعنی گروپ (مجموعے) یا اشیاء ہوں جن کو قانون حقوق و ذمہ داریوں کے تحمل کی قابلیت سے متصف قرار دیتا ہے''۔

مذکورہ بالا باتوں کی روشنی میں معلوم ہوا کہ :

1- قانونی شخص قانون کی مصنوعی اور اختراعی ایجاد ہے۔

Legal personality is therefore an artificial creation of law. (Jurisprudence by M. Farani p.119)

2- قانون جس ہستی اور جس شے کو چاہے شخص قرار دے سکتا ہے۔

so a legal system may pesonify whatever beings or objects it pleases. (Jurisprudence by M. Farani p.118)

قانونی شخصیت کے اختراع کی وجہ :

But legal personality remains, in essence, merely a convenient juristic device by which the problem of organising rights and duties is carried out.(Jurisprudence by M. Farani p.120)

''حاصل یہ ہے کہ قانونی شخصیت ایک آسان قانونی ذریعہ ہے جس سے حقوق و ذمہ داریوں کے انتظام کے مسئلہ کو حل کیا جاتا ہے''۔

ملکی قانون کی نظر میں جوائنٹ سٹاک (مشترکہ سرمایہ کاری کی) کمپنی قانونی شخص ہے :

A group of persons, such as a Joint Stock Company or a Corporation aggregate may be regarded as a person in law.Here although the company consists of human beings it is the company as such, distinct from the human beings that comprise the company, that is regarded as a pesron in law and invested with rights and duties. (Jurisprudence by M. Farani p.119)

''افراد کے مجموعہ مثلاً جوائنٹ سٹاک کمپنی یا کارپوریشن کو قانون میں شخص کہا جاسکتا ہے۔ کمپنی اگرچہ چند انسانوں پر مشتمل ہے لیکن ان سے قطع نظر کر کے صرف کمپنی کو قانون میں

شخص قرار دیا گیا ہے اور حقوق و ذمہ داریوں کو اس سے وابستہ کیا گیا ہے''۔

کمپنی اور شرکت میں فرق :

شرکت اور کمپنی میں بعض فرق ہیں جو مولانا تقی عثمانی مدظلہ کے الفاظ میں یہ ہیں:

1- شرکت میں ہر شخص کاروبار کے تمام اثاثوں کا مشاع طور پر مالک ہوتا ہے۔ ہر شریک دوسرے شریک کا وکیل ہوتا ہے۔ ہر شخص کی ذمہ داری یکساں ہوتی ہے مثلاً کوئی دین واجب ہوا تو تمام شرکاء سے برابر درجے میں مسئولیت ہوگی مگر کمپنی میں ایسا نہیں ہوتا۔

2- شرکت میں کوئی شریک شرکت فسخ کر کے اپنا سرمایہ نکالنا چاہے تو نکال سکتا ہے مگر کمپنی میں سے اپنا سرمایہ نہیں نکالا جاسکتا البتہ حصص فروخت کیے جاسکتے ہیں۔

3- شرکت کا الگ سے کوئی قانونی وجود نہیں ہوتا، کمپنی کا الگ سے قانونی وجود ہوتا ہے جس کو شخص قانونی کہتے ہیں۔

4- شرکت میں عموماً ذمہ داری کاروبار کے اثاثوں تک محدود نہیں ہوتی جبکہ کمپنی کی ذمہ داری محدود ہوتی ہے۔(اسلام اور جدید معیشت وتجارت ص61, 62)

کمپنی کی ذمہ داری کا کیا سبب ہے :

اس کا سبب جو خود مولانا تقی عثمانی صاحب نے بتایا وہ ان کے اپنے الفاظ میں یہ ہے :

The basic purpose of the introduction of this principle was to attract the maximum number of investors to the large-scale joint ventures and to assure them that their personal fortunes will not be at stake if they wish to invest their savings in such joint enterprise.

''محدود ذمہ داری کے ضابطہ کو اختیار کرنے کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ بڑے مشترکہ کاروباری منصوبوں میں زیادہ سے زیادہ سرمایہ کاری کو راغب کیا جائے اور انہیں اطمینان دلایا جائے کہ نقصان کی صورت میں ان کے لگائے ہوئے سرمایہ کے علاوہ ان

کے دیگر ذاتی اثاثہ جات پر زَد نہ پڑے گی''۔

لیکن مولانا عثمانی صاحب کو خود اعتراف ہے کہ محدود ذمہ داری کا تصور دائنین اور قرض دہندگان کے لیے مضر ہے :

مولانا تقی عثمانی مدظلہ خود لکھتے ہیں :

No doubt, the concept of 'limited liability' is beneficial to the share holders of the company. but at the same time, it may be injurious to the creditors. If the liabilities of a limited company exceed its assets, the company becomes insolvent and is consequently liquidated, the creditors may lose a considerable amount of their claims, because they can only receive the liquidated value of the assets of the company, and have no recourse to its share-holders for the rest of their claims, Even the directors of the company who may be responsible for such an unfortunate situation cannot be held responsible for satisfying the claims of the creditors.

اس میں کوئی شک نہیں کہ محدود ذمہ داری کا تصور کمپنی کے حاملین حصص کے لیے مفید ہے لیکن ساتھ ہی یہ دائنین کیلئے مضر ہے کیونکہ اگر محدود کمپنی کے دیون وقرضہ جات اس کے اثاثوں سے تجاوز کر جائیں تو کمپنی دیوالیہ ہو کر تحلیل ہو جاتی ہے اور دائنین وقرض دہندگان اپنے دیون اور قرضوں کی بڑی مقدار سے محروم ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ صرف کمپنی کے تحلیل شدہ اثاثہ جات میں سے اپنے دیون اور قرض وصول کر سکتے ہیں اور باقی مقدار کے لیے اِن کو حاملین حصص تک کوئی رسائی نہیں ہے۔ یہاں تک کہ کمپنی کے

ڈائریکٹران کو بھی جو کہ خسارہ کے اصل ذمہ دار ہیں دیون اور قرضوں کی پوری ادائیگی کا ذمہ دار نہیں بنایا جاسکتا۔

اہم تنبیہ :

مولانا تقی عثمانی صاحب نے اپنی کتاب اسلام اور جدید معیشت وتجارت میں شرکت اور کمپنی کے درمیان جو فرق بیان کیے ہیں وہ اُوپر گزر چکے ہیں۔ان سے واضح ہے کہ کمپنی کا کاروبار شرکت سے مختلف ہے۔ایک اور اختلاف کا ہم اضافہ کرتے ہیں جو یہ ہے کہ شرکت میں شریک حضرات میں صرف نفع تقسیم ہوتا ہے وہ تنخواہ نہیں لے سکتے جبکہ کمپنی کے ڈائریکٹران تنخواہ اور بھتے بھی وصول کرتے ہیں۔

لیکن اِس کے باوجود مولانا تقی عثمانی اور اُن کے صاحبزادے مولوی عمران اشرف عثمانی کمپنی کی حقیقت کے بارے میں عجیب تذبذب کا شکار ہیں۔لیکن اِس کو جاننے سے پہلے مولانا تقی عثمانی مدظلہ کی کتاب اسلام اور جدید معیشت وتجارت کا اقتباس پڑھیے۔

''......کمپنی کی جو خصوصیات سامنے آئی ہیں ان کے لحاظ سے کمپنی شرکت کی معروف اقسام میں سے کسی میں داخل نہیں۔فقہاء نے شرکت کی چار قسمیں ذکر کی ہیں۔اگر مضاربت کو بھی اس میں شامل کرلیا جائے تو پانچ قسمیں بن جاتی ہیں۔کمپنی کا یہ نظام ان پانچوں میں سے کسی میں بھی بتمام وکمال داخل نہیں جیسا کہ پہلے شرکت اور کمپنی میں فرق بتائے جاچکے ہیں''۔

اب یہاں علمائے معاصرین کے تین نقطہ نظر ہیں :

(1) ایک یہ کہ شرعًا شرکت اِن پانچ قسموں میں منحصر ہے اور کمپنی ان میں سے کسی میں بھی بتمام و کمال داخل نہیں۔

(2) دُوسرا نقطہ نظر یہ ہے کہ فقہاء کرام نے جو اقسام ذکر کی ہیں وہ منصوص نہیں، بلکہ فقہاء نے شرکت کی مروجہ صورتوں کا استقراء کرکے اس کی روشنی میں تقسیم فرمائی ہے......لہٰذا اگر شرکت کی کوئی صورت ان اقسام میں داخل نہ ہو اور شرکت کے اصول منصوصہ میں سے کسی کے خلاف بھی نہ ہو تو وہ جائز ہوگی۔

(3) تیسرا نقطہ نظر حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔انہوں نے فرمایا ہے کہ اپنی حقیقی

رُوح کے اعتبار سے کمپنی شرکت عنان میں داخل ہے (امداد الفتاویٰ ص 37,464) اگرچہ کمپنی کی بعض ایسی خصوصیات ہیں جو معروف شرکت عنان میں نہیں پائی جاتیں لیکن ان کی وجہ سے عنان کی حقیقت تبدیل نہیں ہوتی۔ (ص 79)

مولانا عثمانی صاحب کی یہ عبارت عجیب سی ہے۔ کمپنی اور شرکت کے درمیان فرق بیان کرتے ہوئے شرکت کو مطلق ذکر کیا جس کا مطلب ہوا کہ شرکت عقد کی جمیع صورتیں اس میں داخل ہیں خواہ وہ معروف چار ہوں یا ان کے علاوہ کوئی اور غیر معروف ہو اور کمپنی ان سب سے جدا ہے۔ پھر مولانا نے کمپنی کو شرکت کی (ایک اور) قسم بنالیا اور پھر مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کی روشنی میں یہ بتا دیا کہ اس میں عنان کی حقیقت بھی باقی ہے۔

غرض کمپنی سے پہلے شرکت کی مطلقاً نفی کی، پھر اِس نفی کی نفی کرتے ہوئے اِس کو درجہ بدرجہ شرکت عنان میں داخل کر دیا اور اِن کے صاحبزادے مولوی عمران اشرف عثمانی صاحب نے تو اِس کے شرکت عنان ہونے کی کھلی کھلی تصریح کر دی۔

> **As mentioned in the books and research papers of Islamic jurists, companies come under the ruling of Shirkat-ul-Ainan.(Meazan Bank's guide to Islamic Banking)**
>
> ''جیسا کہ فقہائے اسلام کی کتابوں اور تحقیقی مقالوں میں مذکور ہے کمپنیاں شرکت عنان کے تحت آتی ہیں''۔
>
> مولانا تقی عثمانی مدظلہ کی مندرجہ ذیل یہ عبارت بھی اُن کے تذبذب کی وجہ سے ہے :
>
> ''......اسی طرح کمپنی ابتداء لوگوں کو اس بات کی دعوت دیتی ہے کہ تم اس کاروبار میں ہمارے ساتھ شریک ہو جاؤ لہٰذا جو شخص اس وقت میں شیئر حاصل کر رہا ہے وہ گویا کہ شرکت کا معاملہ کر رہا ہے۔'' (شیئرز کی خرید و فروخت ص 8)

کیونکہ یہ کہنے کے بعد کہ ''تم اس کاروبار میں ہمارے ساتھ شریک ہو جاؤ'' اِس کہنے کا کیا مطلب

ہوا کہ ''وہ گویا کہ شرکت کا معاملہ کر رہا ہے''۔ مولانا کو تو یوں کہنا چاہیے تھا کہ ''وہ درحقیقت شرکت کا معاملہ کر رہا ہے۔''

ہم کہتے ہیں کہ اگر مولانا تقی عثمانی صاحب ہماری تجویز سے اتفاق کریں تو وہ اپنے تذبذب سے نکل سکتے ہیں۔ ہماری تجویز یہ ہے کہ یہ اولاً شرکت املاک ہے اور پھر عقد اجارہ ہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ حصص کے خریدار اور ابتدائی سرمایہ کار اپنے مال ملا کر اکٹھا کر لیتے ہیں اور یوں ان کے مال میں شرکت قائم ہو جاتی ہے۔ پھر ڈائریکٹرز کا چناؤ کیا جاتا ہے جو اجرت اور بھتوں کے عوض میں اس مشترکہ سرمایہ پر کام کرتے ہیں اور نفع کو ہر ایک کے سرمایہ کے تناسب سے تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح سے یہ شرکت املاک ہے اور پھر شرکت عقد نہیں ہے اجارہ ہے۔

لیکن دارالعلوم کراچی کے ایک فتوے مورخہ 19 ربیع الثانی 1425ھ نے جس پر مولانا تقی عثمانی صاحب کے بھی دستخط ہیں ہماری تجویز کو رد کرتے ہوئے لکھا۔

> ''کمپنی کے وجود میں آنے کے لیے ''عقد اجارہ'' ضروری نہیں ہے بلکہ اصلاً یہ ایک ''عقد مشارکہ'' ہے''

شاید اَب مولانا تقی عثمانی، مولوی عمران اشرف عثمانی اور دیگر اَرباب دارالعلوم ہماری تجویز پر دوبارہ غور کریں۔

اب ہم دوبارہ اصل موضوع کی طرف پلٹتے ہیں۔

کمپنی کے کام کی جو بھی حقیقت ہو اس کی اصل یہ تین بنیادیں ہیں :

1- کمپنی کے ڈائرکٹران کے کام میں سال بھر تک کسی دوسرے کی طرف سے مداخلت نہ ہو۔

2- ڈائرکٹران کو کام کے لیے جو مشترکہ سرمایہ حاصل ہوا ہے اس میں کمی نہ ہو۔

3- کمپنی کے ڈائریکٹران اور دیگر حاملین حصص کی ذمہ داری محدود ہو۔

کمپنی کو شخص قانونی بنانے کی وجہ :

اِن تین بنیادوں کو بعینہٖ اِسی طرح لیں تو پہلی دو بنیادوں پر حقوق و ذمہ داریاں ڈائرکٹران اور حاملین حصص سے وابستہ ہوتی ہیں جو حقیقی اشخاص ہیں اور تیسری بنیاد شرط فاسد ہونے کی وجہ سے لغو قرار پاتی

ہے۔لیکن یہ بات سرمایہ دارانہ ذہنیت کو قبول نہیں اس لیے اس نے اِن بنیادوں کو دوسری طرح سے تعبیر کیا۔

1- کمپنی کے کام میں سال بھر تک کسی دُوسرے کی طرف سے مداخلت نہ ہو۔

2- کمپنی کو جو مشترکہ سرمایہ حاصل ہوا ہے اُس میں کمی نہ ہو۔

3- کمپنی کی ذمہ داری محدود ہو۔

اور کمپنی چونکہ ایک فرضی اور معنوی چیز ہے حسی اور حقیقی نہیں اس لیے اِس کو اَربابِ قانون سے شخص قانونی کہلوایا اور یوں اپنا مقصد حاصل کیا اور یہ بات پوری ہوئی کہ

But legal personality remains, in essence, merely a convenient and juristic device by which the problem of organising right and duties is carried out. (Jurisprudence by M. Farani p.120)

''حاصل یہ ہے کہ قانونی شخصیت ایک آسان قانونی ذریعہ ہے جس سے حقوق و ذمہ داریوں کے انتظام کے مسئلہ کو (حسبِ منشا......ناقل) حل کیا جا سکتا ہے''۔

کمپنی کیلئے قانونی شخصیت اور محدود ذمہ داری ہونے پر مولانا تقی عثمانی صاحب کا اِستدلال :

مولانا تقی عثمانی صاحب نے کمپنی کے شخص قانونی ہونے کو بھی اور اس کی ذمہ داری کے محدود ہونے کو بھی شرعاً جائز خیال کیا ہے۔خود مولانا اِن دو باتوں کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

''البتہ کمپنی میں دو چیزیں شرعی اعتبار سے خاص طور پر قابلِ غور اور باعث تردّد ہیں۔ان امور کے بارے میں احقر اپنی اب تک کی سوچ کا حاصل اہلِ علم کے غور و فکر کے لیے پیش کرتا ہے۔

1- پہلا مسئلہ یہ ہے کہ...... کمپنی کا اپنا مستقل قانونی وجود ہوتا ہے جس کو شخص قانونی کہا جاتا ہے۔اب سوال یہ ہے کہ شخص قانونی کا تصور شرعاً درست ہے یا نہیں؟ جائزہ لینے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شریعت میں گو شخص قانونی کی اصطلاح موجود نہیں لیکن اس کے نظائر موجود ہیں''۔(اِسلام اور جدید معیشت و تجارت)۔ (جاری ہے)

گلدستۂ اَحادیث

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، فاضل جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

اہل جنت تین طرح کے ہیں :

عَنْ عِیَاضِ بْنِ حِمَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَھْلُ الْجَنَّةِ ثَلٰثَةٌ ذُوْسُلْطَانٍ مُقْسِطٌ مُتَصَدِّقٌ مُوَفَّقٌ ، وَرَجُلٌ رَحِیْمٌ رَقِیْقُ الْقَلْبِ لِکُلِّ ذِیْ قُرْبٰی وَمُسْلِمٍ،وَعَفِیْفٌ مُتَعَفِّفٌ ذُوْعِیَالٍ '' (مسلم بحوالہ مشکوۃ۴۲۲)

حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت تین طرح کے ہیں (۱) ایک تو وہ حاکم جو عدل وانصاف کرتا ہو اور لوگوں کے ساتھ احسان کرنے والا ہو اور جسے (نیکی اور بھلائی کی) توفیق دی گئی ہو (۲) دُوسرے وہ شخص جو (چھوٹے بڑوں پر) مہربان، قرابت داروں اور مسلمانوں کے لیے نرم دل ہو (یعنی وہ اپنے اور بیگانے ہر ایک کے ساتھ نرمی مروت اور مہربانی کا معاملہ کرتا ہو)۔ (۳) تیسرے وہ شخص جو (ناجائز اور حرام چیزوں سے) بچنے والا اور (غیر اللہ کے آگے ہاتھ پھلانے سے) پرہیز کرنے والا عیال دار ہو۔

تین بیٹیوں یا بہنوں کی پرورش پر جنت کی بشارت :

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ آوٰی یَتِیْمًا اِلٰی طَعَامِہٖ وَشَرَابِہٖ اَوْجَبَ اللّٰہُ لَہُ الْجَنَّةَ اَلْبَتَّةَ اِلَّا اَنْ یَّعْمَلَ ذَنْبًا لَّایُغْفَرُ، وَمَنْ عَالَ ثَلٰثَ بَنَاتٍ اَوْ مِثْلَھُنَّ مِنَ الْاَخَوَاتِ فَاَدَّبَھُنَّ وَرَحِمَھُنَّ حَتّٰی یُغْنِیَھُنَّ اللّٰہُ اَوْجَبَ اللّٰہُ لَہُ الْجَنَّةَ فَقَالَ رَجُلٌ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَوِاثْنَتَیْنِ قَالَ اَوِاثْنَتَیْنِ حَتّٰی لَوْ قَالُوْا اَوْ وَاحِدَةً لَقَالَ وَاحِدَةً ، وَمَنْ اَذْھَبَ اللّٰہُ بِکَرِیْمَتَیْہِ وَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّةُ ، قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا کَرِیْمَتَاہُ قَالَ عَیْنَاہُ . (شرح السنة بحوالہ مشکوۃ ص ۴۲۳)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی یتیم کو اپنے کھانے پینے میں شریک کرتا ہے اللہ تعالیٰ بلا شک وشبہ اُس کے لیے جنت واجب فرمادیتے ہیں، اِلا یہ کہ وہ کوئی گناہ ہی ایسا کرے جو بخشے جانے کے قابل نہ ہو (مثلاً شرک

کرتا ہو) اور جو شخص تین بیٹیوں یا اُنہی کی طرح تین بہنوں کی پرورش کرتا ہے، اُن کی تربیت کرتا ہے اور اُنکے ساتھ شفقت و پیار کا برتاؤ کرتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اُنھیں اِس سے بے نیاز کر دیتا ہے (یعنی وہ بڑی ہو جاتی ہیں اور اُن کی شادی ہو جاتی ہے) تو ایسے شخص کیلئے بھی اللہ تعالیٰ جنت واجب فرما دیتے ہیں (یہ سن کر) ایک صاحب نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا دو بیٹیوں یا دو بہنوں کی پرورش پر بھی یہ اَجر ملتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں دو پر بھی یہ اَجر ملتا ہے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ جو اِس حدیث کے راوی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اگر صحابہ ایک بیٹی یا ایک بہن کے بارے میں بھی سوال کرتے تو آپ یہی جواب عنایت فرماتے کہ ہاں ایک پر بھی یہی اَجر ملتا ہے، پھر حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس شخص کی دو پیاری چیزیں لے لیتے ہیں اُس کے لیے بھی جنت واجب ہو جاتی ہے، عرض کیا گیا دو پیاری چیزوں سے کیا مراد ہے؟ فرمایا اُس کی دونوں آنکھیں۔

کسی کے لیے بھی اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ ملنا جلنا چھوڑنا جائز نہیں:

عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَایَحِلُّ لِلرَّجُلِ اَنْ یَّھْجُرَ اَخَاہُ فَوْقَ ثَلٰثِ لَیَالٍ یَلْتَقِیَانِ فَیُعْرِضُ ھٰذَا وَیُعْرِضُ ھٰذَا وَخَیْرُھُمَا الَّذِیْ یَبْدَأُ بِالسَّلَامِ . (بخاری و مسلم بحوالہ مشکوۃ ص ۴۲۷)

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: کسی شخص کے لیے حلال و جائز نہیں ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ اپنے مسلمان بھائی سے ملنا جُلنا چھوڑے رکھے (اور صورت حال یہ ہو جائے کہ) جب کہیں وہ ایک دُوسرے کے سامنے آئیں تو یہ اپنا منہ اِدھر پھیر لے اور وہ اپنا منہ اُدھر پھیر لے اور اِن دونوں میں بہتر شخص وہ ہے جو سلام میں پہل کرے۔

ف : اِس حدیث شریف سے معلوم ہو رہا ہے کہ کسی شخص کے لیے بھی اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلقی کرنا اور ملنا جُلنا چھوڑنا جائز نہیں ہے لیکن اِس قطع تعلقی کا ناجائز ہونا اِس صورت میں ہے جبکہ یہ بغیر کسی شرعی وجہ کے ہو جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے کہ معمولی معمولی باتوں پر ہمیشہ کے لیے ملنا جلنا ختم کر دیتے ہیں۔ اور اگر یہ قطعِ تعلقی کسی شرعی عذر کی بناء پر ہو مثلاً لوگوں کی ایذاء رسانی یا عقائد و اعمال کی خرابی تو اس صورت میں قطعِ تعلقی ناجائز نہیں۔ ◄◄●►►

قسط : ۳، آخری

اِس دَور کی اہم ضرورت

صبر واِستقامت اور اپنی قیادت پر بھرپور اعتماد

امیر جمعیت علمائے اسلام حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم ۱۶؍ مارچ کو جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اِس موقع پر اَساتذہ کرام اور طلباء سے تفصیلی خطاب فرمایا جو قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔ (اِدارہ)

ہماری جماعت جمعیت علماء اسلام ہے اور یہ علماء کی جماعت ہے، یہ حالات کو سمجھنے والی جماعت ہے، دُنیا کی سیاست سے آگاہ جماعت ہے، دُشمن کی قوت کو بھی حالات کو بھی اپنی ضرورتوں کو بھی اپنی اُمت کو بھی ہم بہتر طور پر سمجھتے ہیں۔ یہ سوال کیوں پیدا کرتے ہیں آپس میں بولتے رہتے ہیں کہ جمعیت والوں نے یہ کردیا جمعیت والوں نے وہ کردیا، اعتماد ہونا چاہیے روز بہ روز ہم مدرسوں میں اور اپنے حلقوں میں جاجاکر تفصیلی خطبے نہیں دے سکتے ہم ایک جماعت سے وابستہ ہیں عَلَیْکُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَالْاِطَاعَةِ جماعت کے ساتھ وابستگی جماعت کے جامع نظریے اور عقیدے کی اَساس پر ہوتی ہے کسی جزوی مسئلہ یا کسی وقتی مسئلہ پر ہم جماعت سے وابستہ نہیں ہیں۔ ایک جزوی مسئلہ پر تو ایک باطل جماعت بھی اچھا فیصلہ دے سکتی ہے۔ ایک وقتی معاملہ پر تو ایک باطل جماعت بھی جو عقیدۂ باطل رکھتی ہے وہ بھی صحیح فیصلہ دے سکتی ہے اور ایک حق جماعت بھی کسی جزوی مسئلہ پر اجتہادی غلطی کر سکتی ہے تو کیا یہ مدار ہوگا جماعت سے وابستگی کا اور عدمِ وابستگی کا؟ جماعت سے وابستگی کا مدار جامع عقیدے کا صحیح ہونا ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ جمعیت علماء اسلام کا جامع عقیدہ قرآن وسنت کے مطابق ہے لہٰذا اِس حوالے سے ہم جماعت کے ساتھ ہیں۔

اَب رہا اُس کے روزمرہ کے معاملے پر رائے اور فیصلے جو جماعت کی طرف سے صادر ہوتے ہیں وہاں پر ہے عَلَیْکُمْ بِالْاِطَاعَةِ روز روز ہر مسئلے پر ہم گلی کوچوں میں نہیں گوم سکتے کہ بھائی ہمارے یہ فیصلے ہیں اُس کے پیچھے یہ دلائل ہیں، بس ایک فیصلہ آجاتا ہے آپ کو پتہ ہے کہ یہ جماعت نے دیا ہے اُس کی حالات پر نظر ہے اُس کی شوریٰ بیٹھی ہے اُس کی عاملہ بیٹھی ہے مجلس عمومی بیٹھی ہے اُس نے بحث وتمحیص کے

بعد ایک رائے نکالی ہے اور رائے تو ہوتی ہے ایک لائن میں، فیصلہ ہوتا ہے ایک لائن میں اور بحث ہوتی ہے دو تین روز اُس کے اُوپر تو آپ نے دیکھنا ہے کہ فیصلہ کیا ہے؟

تو یہ وہ چیزیں ہوتی ہیں کہ جس پر ہم نے تمام چیزوں کو علمی اَنداز سے بھی دیکھنا ہوتا ہے تعصب سے بالکل بالاتر ہو کر اور ہمارے ماحول میں بہت ساری تنظیمیں کام کرتی ہیں تو یہ ہمارے ساتھی ہوتے ہیں کسی کے جوش و جذبے میں اِضافہ ہوتا ہے کسی میں اِعتدال ہوتا ہے کسی میں کمزوری ہوتی ہے وہ ایک دُوسرے کو شریک کرتے ہیں مربوط رکھتے ہیں ایک دُوسرے کو اپنے ساتھ، اور یہ نہیں کہ اِجتہادی معاملات میں ہم کسی کو کہیں کہ تم بالکل باطل ہو اور ہم بالکل حق پر ہیں ''نہیں'' یہ ہماری ایک نیک نیتی کی بنیاد پر سوچ ہے دلیل کی بنیاد پر دیکھ لو اِنشاء اللہ آپ کو قبول ہو جائے گا، تعصب کی نظر سے مت دیکھو۔

اور اگر کسی دُوسری جماعت میں ایک اچھی چیز نظر آجائے تو ہم بھی اپنے دَروازے اِتنے ہی بند نہ کریں کہ دُوسرے کی رائے کی قبولیت کی گنجائش ہی باقی نہ رہے ممکن ہے کوئی اچھی بات کہی ہو۔ اِس لیے اِعتدال کے ساتھ ہمیں تمام چیزوں کو دیکھنا ہوگا اور تب جا کر ہماری جماعت باقی رہ سکے گی اور ہم آگے مستقبل میں کچھ راہیں تلاش کر سکیں گے۔

آج ہمارے اُوپر حالات درپیش ہیں پاکستان میں الحمدللہ مدارس ہیں تبلیغ بھی ہے دعوت بھی ہے جماعت بھی ہے سیاست بھی ہے تحریکات بھی ہیں پارلیمان بھی ہے سارے کام چل رہے ہیں کچھ فضا ہے ماحول ہے جس میں ہر کام چل رہا ہے۔ لیکن افغانستان میں ہمارے بھائی مشکل میں ہیں، عراق میں بھی ہمارے بھائی مشکل میں ہیں تو اُن کی فکر بھی ہمیں کرنی چاہیے جسدِ واحد کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اُن کی بے قراری پر بے قرار رہیں اور سوچیں کہ اِن بھائیوں کو ہم نے اِس مشکل سے کیسے نکالنا ہے؟ کیا مدد ہم اُن کی کر سکتے ہیں اپنی بساط کے مطابق اپنی اِستعداد کے مطابق اپنی طاقت اور اِستطاعت کی بنیاد پر؟ یہ ساری وہ چیزیں ہیں جو ہمارے مدِّنظر ہونی چاہئیں اور اِسی حوالے سے ہم نے یہ سوچنا ہوگا کہ ہم اِن مدارس کا کیا حق ادا کر سکتے ہیں؟

تو بنیادی چیز تو بہرحال یہی ہے کہ پہلے علم صحیح طور پر حاصل کریں۔ علم کی روشنی ہوگی تو کچھ آگے بڑھیں گے صرف عقل جو ہے وہ تو عقل عجیب شے ہے جب اُس کے سامنے روشنی نہ ہو تو وہ اندھیرے کا گھوڑا ہے پتہ نہیں کہاں بدک جائے۔ ہمارے پاس دیکھو آنکھیں ہیں اور اُس میں قوتِ بینائی مکمل موجود ہے ہم ایک

دُوسرے کو دیکھ رہے ہیں، دُنیا کو دیکھ رہے ہیں۔ لیکن اگر آپ بند کمرے میں تمام کھڑکیاں اور روشندان بند کردیں مکمل تاریکی چھا جائے یا رات کی تاریکی ہے یا بجلی بند ہو جائے اَب بینائی کی قوت وہی کی وہی ہے جو اِس وقت ہے لیکن نظر نہیں آئے گا اُس وقت، تمام تر بینائی کی قوت موجود لیکن تاریکی ہے نظر نہیں آتا تو اِس کا معنٰی یہ ہے کہ قوتِ بینائی کے لیے باہر روشنی کی بھی ضرورت ہے۔ سماعت ہے ہم سن رہے ہیں خوب سن رہے ہیں لیکن آپ اپنے آپ کو ائیرلاک کرلیں جیسے ہم جہاز میں بیٹھ جاتے ہیں جہاز جب مکمل بند ہو جاتا ہے تو باہر کی آوازیں نہیں آتیں وہی کان ہیں قوتِ سماعت پوری کی پوری اُس میں موجود ہے دروازہ کھولیں تو فوراً ہوا آئے بند کردیں تو سب کچھ بند ہو جاتا ہے، اِس کا معنٰی یہ ہے کہ جب تک باہر کی قوت اِس کے ساتھ نہ ہو سماعت خود کام نہیں کرسکتی۔

اِس لیے ہمیں اللہ نے جو عقل عطا کی ہے اِس عقل کو اُس وقت تک راستہ نہیں ملے گا جب تک اِس عقل کو شریعت کی رہنمائی حاصل نہیں ہوگی تو ہمیں شریعت کی رہنمائی چاہیے، اگر شریعت کی رہنمائی نہیں تو یہ عقل تاریکی میں ہے دھکّے کھا رہی ہے اِدھر اُدھر آوارہ گردی کر رہی ہے لہٰذا ہمیں شریعت کی روشنی چاہیے اور اِس پر ہمیں اِکتفاء کرنا چاہیے اور اِس کا جو نظام ہے اجتماعیت کا جماعتی زندگی کا، شورائیت کا، اُس پر ہمیں سوچنا چاہیے کہ اگر پیغمبر علیہ الصلٰوۃ والسلام شوریٰ کے محتاج ہیں تو ہم کیسے محتاج نہیں ہیں؟ اور خلفائے راشدین شوریٰ کے محتاج ہیں تو ہم کیسے محتاج نہیں؟ اور اگر آپ حضرت مولانا محمد میاں صاحبؒ کی کتاب عہدِ زریں کو پڑھیں تو آپ کو اُس سے بہت روشنی ملے گی اور پتہ چلے گا کہ جماعتی زندگی کس چیز کا نام ہے اور شورائیت کس چیز کا نام ہے اور شوریٰ کے فیصلوں کی اہمیت کیا ہے؟ رب العالمین ہمیں یہ رہنمائی عطا فرمائے، یہ روشنی عطاء فرمائے اور اِن اِداروں کو اللہ تعالیٰ قائم ودائم رکھے یہ ہمارے مراکز ہیں اِن کی ہمارے نزدیک بہت بڑی قیمت ہے۔

ایک آدمی کا کُتّا اُس کے اُوپر سے گزرا تو کسی نے کہا کہ یہ کتا آپ کا کان لے کر چل پڑا ہے تو وہ دوڑ پڑا اُس کے پیچھے، کسی نے کہا کیوں دوڑ رہے ہو؟ اُس نے کہا یہ کتا میرا کان لے کر جا رہا ہے اُس نے کہا ذرا ہاتھ تو لگاؤ کان تو تمہارے پاس ہے، اُس نے کہا کہ فلاں نے کہا کہ تمہارا کان لے کر جا رہا ہے تو بعض چیزیں ایسی آجاتی ہیں اور اَخبارات واقعتاً عجیب عجیب باتیں پھیلاتے رہتے ہیں۔

تو اعتماد ایک ایسی چیز ہے کہ جو اِس قسم کی چیزوں کا خود دفاع کرتی ہے، ہمیں پتہ ہے کہ ہمارے

دماغ کی سوچ کی اور فکر کی ساکھ کیا ہے تو ایک دفعہ زاویہ متعین ہو پھر آدمی جو ہے وہ غلط پروپیگنڈے پر نہیں جاسکتا۔ بس اُس کو پتہ ہوتا ہے کہ ہماری یہ رائے ہے ہم اِس رُخ پر ہیں، کم از کم اعتماد ہونا چاہیے کہ ہمارے ساتھی جو ہیں نہ وہ بے دینی کا ساتھ دے سکتے ہیں اور نہ وہ لادینی کا ساتھ دے سکتے ہیں۔ اَب میں پہلے دن بیان دے رہا ہوں جب مجھ سے لوگ پوچھتے ہیں کہ آپ نے کیا کرنا ہے؟ تو میں نے کہا میرے پاس تو مینڈیٹ ہی اِتنا ہے کہ میری سیٹیں تو متعین ہیں یا اپوزیشن کی اِتنی سیٹیں میری ہیں تو جس آدمی کو اپنی پارلیمانی قوت کا پتہ ہو اور اُس کو یہ معلوم ہو کہ یہ سیٹ میری ہے وہ یہ کیسے کہے گا کہ وزیر اعظم میں بنوں؟ یعنی میں حکومتی بینچوں پر بیٹھنے کا حقدار اپنے آپ کو نہیں سمجھتا چہ جائیکہ میں وزیر اعظم کی کرسی کی بات کروں تو یہ آپ خود بھی سوچ سکتے ہیں اِس بارے میں کہ ایسی بات کوئی کہہ سکتا ہے؟ ہمیں خود بھی سوچنا چاہیے؟ یہ خبر جب چلی وہ بیچارا خود اِتنا خفا ہوا کہ وہ میرے گھر آکر بیٹھ گیا اور کہا کہ میں معافی مانگنے کے لیے آیا ہوں اور آپ کے گھر میں بیٹھا ہوں اور زمین پر بیٹھا ہوں کیونکہ یہ خبر واقعتا ایسے جیسے مذاق کیا ہو اور آپ کو یہ اِحساس ہوا ہو گا کہ شاید اِن لوگوں نے میرا مذاق اُڑایا ہے۔ تو میں آپ کو مطمئن کرنے کے لیے آیا ہوں آپ سے معافی مانگنے کے لیے آیا ہوں کہ ایسی بات نہیں ہونی چاہیے۔

دُوسری بات یہ ہے کہ اُس وقت ابتدائی بات تو ہوئی تھی مولانا عبدالعزیز صاحب سے۔ ایک بات میں آپ کو بتادوں خبر یہ آئی ہے کہ میں نے ملاقات کی ہے اور یہاں سے کہانیاں شروع کر دیتے ہیں کہ فضل الرحمٰن گیا ہے ملاقات کی ہے............ اور ہم بہت سی چیزیں شائع نہیں کیا کرتے۔ ہم نے کیا کچھ نہیں کیا، کیا کچھ کیا ہے، بہت سی چیزیں ہیں جو ہم نے مصلحتًا شائع نہیں کیں۔ اَب چونکہ یہ قوتیں جانتی ہیں کہ یہ سارا کام کرتے رہے ہیں لیکن شائع نہیں کیں تو اِس کے خلاف کوئی اور چیز شائع کر دو تاکہ اِن کو نقصان ہو جائے ایسی چیزیں بھی چلتی ہیں درمیان میں۔

تو یہ باتیں جو ہمیں کہی گئیں کہ صاحب جمہوریت کا کیا فائدہ؟ تو میں نے کہا کہ کوئی اَور راستہ بتاؤ، یہی راستہ ہے ابھی کامیابی نہیں ملی تو کیا کامیابی کے ہم مکلّف ہیں؟ یا یہ کہ ہماری جدوجہد کا راستہ متعین ہے اور جب تک ہمیں اِس کا متبادل نہیں ملتا تو ہم جس راستے پر جا رہے ہیں چلنے دو ہمیں، اور میں یہ کہوں کہ مدرسے جو ہیں یہ دین کے علم کے لیے بنے ہیں تو کیا اِس دین کے علم کے تقاضے پوری سوسائٹی میں نظر آرہے ہیں؟ اور

اگر اِس سوسائٹی کے مضرات اِن کی گمراہیاں اِن کی تاریکیاں بداخلاقی فحاشی عریانی اِس کا فروغ ہم سوسائٹی میں دیکھتے ہیں تو کیا فوراً یہ سوال کردیں کہ دینی مدرسوں کا کیا فائدہ؟ بند کردو اِن کا تو کوئی فائدہ ہی نہیں ہوا، اور تبلیغی جماعت کو ختم کردو اِس کا کوئی فائدہ ہی نہیں ہوا، بس کوشش ہے محنت ہے ہر ایک اپنے اپنے محاذ پر کررہا ہے اور زندہ ہے خدا کے فضل وکرم سے دعوت کا نظام زندہ، علم کا نظام زندہ، سیاست کا نظام زندہ، علماء کا نظام زندہ، اَب جس محاذ پر کوئی کام کررہا ہے اور اپنی بقاء کی جنگ لڑ رہا ہے اور بقاء کی جنگ میں الحمدللہ وہ کامیاب ہے تو چلنے دو اِس کے اُوپر، کیا ضروری ہے کہ راستہ تبدیل کرکے فنا کرلیں اپنے آپ کو؟

تو یہ راستے جو ہم نے متعین کیے ہیں اور دُنیا کے ہر ملک میں ہندوستان میں اُنہوں نے اپنے لیے راستے بنائے ہیں، بنگلہ دیش نے اپنے لیے راستے بنائے ہیں، افریقہ میں جاؤ وہاں لوگوں نے اپنے کام کے لیے اپنے اپنے راستے بنائے ہیں جہاں وہ بڑے کمزور ہیں وہاں اُس کمزور ماحول میں کام کررہے ہیں لوگ دُنیا میں، تو ہر جگہ پر حق کے لوگ حق کے لیے کام کررہے ہیں اور جہاں جہاں جس حیثیت سے اُن کو راستے مل رہے ہیں اللہ تعالیٰ اُن کے لیے وہ راستے کامیابی کے راستے بنائے۔ و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین.

اِنتقال پُرملال

جامعہ مدنیہ جدید میں درجہ ثالثہ کا طالب علم محمد طارق رات کے ایک بجے مطالعہ سے فارغ ہوکر مسجد میں سویا اور رات کے کسی پہر بظاہر حرکتِ قلب بند ہوجانے سے اُس کی وفات ہوگئی۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون. اِس ناگہانی حادثہ سے جامعہ کی فضاء سوگوار ہوگئی، اساتذہ اور طلباء ہر کوئی آزُردہ تھا۔ مرحوم کو جامعہ ہی میں غسل دیا گیا اور نمازِ جنازہ ادا کی گئی، بعد اَزاں بذریعہ ایمبولینس اُس کے گاؤں ضلع مردان روانہ کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ اُس کی مغفرت فرمائے اور اُس کے والدین کو جواں سال بیٹے کی ناگہانی موت پر صبرِ جمیل کی توفیق عطاء فرمائے۔ جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں مرحوم کے لیے ایصالِ ثواب کرایا گیا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔

قسط : ۴، آخری

اللہ ہی خالق ہے اور وہی راہ دِکھانے والا ہے

حضرت مولانا طارق جمیل صاحب ۱۶ر فروری کو جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اِس موقع پر اَساتذہ کرام اور طلباء سے تفصیلی خطاب فرمایا جو قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔ (اِدارہ)

دیکھو تمہارے لیے سب سے بڑا جہاد ''علم'' ہے۔ ساری اُمت اپنی بنیادیں کمزور کر چکی ہے اَب کمزور بنیاد پر عمارت کیسے کھڑی ہوگی؟ جو بھی عمارت کھڑی کرو گے گر جائے گی، اللہ کی قسم! تم ساری اُمت کا سب سے قیمتی سرمایہ ہو، نہ ہم جنید بغدادی بن سکتے ہیں نہ تم جنید بغدادی بن سکتے ہو جیسا زمانہ ہوتا ہے ویسے ہی اُسی کے لیول کے خواص ہوتے ہیں۔ اَب ہم آج کے خواص کو کہیں کہ حضرت گنگوہیؒ تو ایسے تھے آپ ایسے ہیں تو یہ حماقت کی اِنتہاء ہے، نہ وہ ہو سکتے ہیں نہ اُس کی اُمید رکھنی چاہیے۔ آج کے خواص تم لوگ ہو چاہے کتنے ہی عیب ہیں ہمارے اور تمہارے اَندر لیکن خواص تم ہی لوگ ہو، اپنی جوانی کو محفوظ کرو، یہ ایک دفعہ ملی ہے دوبارہ نہیں ملے گی اِسے علم کے لیے فنا کردو، بنیاد تو بناؤ، بنیاد پر عمارت کھڑی ہوگی۔ دو سو سال سے اُمت دھکے کھا رہی ہے، مخلصین کی محنتیں اُن کی قربانیاں اُن کے جہاد اُن کے خون کی قربانیاں مٹی میں ملتی جا رہی ہیں اور اُمّت بھنور سے نکل نہیں پا رہی یہ تو سمجھو کہ بنیاد کمزور ہے۔ تم اپنے بچے ہو میں تمہارا ساتھی ہوں میں عالم نہیں ہوں میں تو اَب طالب علم بھی نہیں رہا خالی شہرت شہرت نے پتہ نہیں کیا بنا دیا، مشہور آدمی کیا دعویٰ کر سکتا ہے۔ تمہیں تو اللہ کی نسبت بھی حاصل ہے میں تمہارے لیے تو قسم کھا سکتا ہوں کہ تم اللہ کی نسبت پر یہاں ہو۔ لیکن میں اپنے بارے میں قسم نہیں کھا سکتا ہوں کہ میں اِخلاص کے ساتھ کر رہا ہوں، گمنامی بھی دیکھی شہرت بھی دیکھی بہت بڑا امتحان ہے۔ تم دورے میں بیٹھے ہوئے بچے ہو میں تم سے کہوں دس سطر مجھے اِس مضمون پر لکھ کر دو تم نہیں لکھ سکتے شاید دو سو میں سے کوئی ایک لڑکا ٹوٹی پھوٹی کوشش کر کے کامیاب ہو، تو گلا تو بنتا ہے تم دائیں بائیں اپنی سوچ مت لگاؤ۔

اُمت کو بنیاد فراہم کرنا تمہارے ذمّہ ہے تم نے اگر کمزور بنیاد چھوڑ دی تو اُس پر جو عمارت بنی گی

ٹوٹ جائے گی کبھی نہیں کھڑی ہوسکتی۔ تم زُبْدَہْ ہو یعنی مکھن، تم سے مراد سارے دینی طلباء جتنے بھی مدارس میں پڑھانے والے ہیں یا پڑھنے والے ہیں یہ سارے کے سارے زُبْدَہْ ہیں مکھن ہیں کریم ہیں، اگر یہ خالص نہیں ہوگی تو اِس میں بدبو پیدا ہوجائے گی پھپھوندی لگ جائے گی تو پھر اِس سے آگے کوئی چیز تیار نہیں ہوسکتی۔ تم اپنی ساری توانائیوں کو اِس میں لگاؤ کہ تم اللہ کے قرآن اور اللہ کے محبوب کے فرمان سے خود اِستفادہ کرسکو۔ معارف القرآن اُردو والوں کے لیے لکھی گئی ہے علماء کے لیے نہیں لکھی گئی تم اَصل مأخذ تک پہنچو اور یہ تب ہوگا کہ تم عربی ذوق بھی پیدا کرو یقیناً تقویٰ پہلی شرط ہے قبولیت کی لیکن اسباب کی دُنیا میں جس علم کو پڑھو اُس کی زبان سیکھو ورنہ تمہیں کچھ بھی نہیں آئے گا۔

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے اِرشاد فرمایا میں نے عربی زبان کو سیکھنے پر چالیس ہزار دینار خرچ کیے، چالیس ہزار دینار آج کا تیس کروڑ روپیہ بنتا ہے میں نے حساب لگایا تھا ساڑے چار ماشے کا ایک دینار ہوتا ہے جب بارہ ہزار سونے کا ریٹ تھا تو ایک دن میں نے بیٹھ کر حساب کیا تو پندرہ کروڑ بنا اَب سونا چوبیس ہزار روپے تولہ ہے تو پندرہ کو دو سے ضرب دے دو تیس کروڑ روپیہ پاکستانی اُس ہستی نے صرف عربی سیکھنے پر لگایا تو کسی نے کہا اِتنے پیسے کیوں خرچ کیے؟ اِنہوں نے کہا ذرا سا تاویل میں فرق ہوجائے تو آدمی اِلحاد و زندقہ تک پہنچ جاتا ہے میں نے اِس لیے خرچ کیے تاکہ صحیح مأخذ کو سمجھا جائے صحیح بنیادوں تک پہنچا جائے۔ تو شیطان کا علم تو کامل ہے لہٰذا اُس کے داعی بھی کامل ہیں اَب ہمارا علم تو کامل ہے لیکن ہم ناقص ہیں تو ہماری دعوت ناقص چل رہی ہے۔ ناقص دعوت کے باوجود اللہ تعالیٰ خیر کی شکلیں وجود میں لا رہا ہے تو ''فکرِ مَن سلطان بود'' سے تو کام نہیں چلے گا تمہیں اپنی جان کو جوانی کو گھلانا کھپانا پڑے گا۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ بیتی میں لکھا ہے کہ میرا جوتا گُم ہوگیا چھ ماہ مجھے جوتا خریدنے کی ضرورت نہیں پڑی کیونکہ چھ مہینے میں مسجد سے باہر ہی نہیں نکلا، مسجد کے ساتھ ہی ملحقہ کمرہ تھا جس میں لکھتے تھے اور اُسی سے ملحق درسگاہ تھی جس میں چلے جاتے تھے۔ مسجد، مسجد سے درسگاہ، درسگاہ سے ملحقہ کمرہ تصنیف کا اور اُس کے ساتھ ہی گھر تھا، تو چھ مہینے کے بعد جوتا خریدنے کی نوبت آئی تو اُنہوں نے اَوجز المسالک جیسی حسین کتاب لکھی علماء سے اپنا لوہا منوایا، ایک عرب عالم ہیں جب اُن کا فون آتا ہے میں کہتا ہوں میں پاکستان سے عمرے کے لیے آرہا ہوں تو وہ کہتے ہیں کہ بھائی میرے لیے اَوجز لیتے آنا اور عین موقع پر میں ہمیشہ

بھول جاتا ہوں کوئی دَسویں دفعہ اُس بے چارے نے کہا کہ بھائی میرے لیے اُوجز لیتے آنا اور ہر دفعہ میں اُن کے آگے شرمندہ ہوتا ہوں شیخ معاف کردو یاد ہی نہیں رہتا، میں ایسا بھاگم بھاگ سفر میں ہوتا ہوں کہ بالکل بھول جاتا ہوں۔

تو تمہارے کندھوں پر بہت بڑا بوجھ ہے تم اِس کو محسوس کرو جس چیز کے لیے تم نکلے ہو اگر تم اُس میں ہی متقن اور راسخ نہیں ہوگے تو تم ہر چیز جو بھی کرو گے اُدھوری کرو گے اِس کمی کو تم محسوس کرو۔ اگر میں کسی بچے سے کہوں کہ بیٹا اُٹھو اور اپنا مافی الضمیر دس منٹ عربی میں بیان کرو تو وہ هٰذَا هٰذِهٖ سے آگے نہیں چل پائے گا۔ تو یہ سبق کا جہان ہے یہ معجزات کا جہان نہیں ہے اَسباب کا جہان ہے تو ہم عجم ہیں ہمیں محتاجگی ہے کہ ہم اللہ کے کلام کو سیکھیں اُس کی لغت کو سیکھیں۔ قرآن کا سب سے خوبصورت تعارف قرآن کی زبان میں ہے سورۂ شعراء میں وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، پہلا سوال آتا ہے کس نے بھیجا ہے؟ کہا تَنْزِيْلٌ، کس کی؟ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، کون لایا ہے؟ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ، کس کے پاس آیا ہے؟ عَلٰى قَلْبِكَ، کیوں آیا ہے؟ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ، کس لُغت میں ہے؟ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ اِس سے خوبصورت تعارف قرآن میں قرآن کا شاید ہی کہیں اُور آپ کو ملے تو بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ یہ اِس کے اِضافے کی کیا ضرورت ہے؟ ہے ہی عربی میں اور مخاطب بھی عرب ہیں تو پھر اِس کا اضافہ کس لیے ہے؟ اس لیے کہ یہ سارے عالم کے لیے کلام اُترا ہے تو سارا عالم عربی نہیں ہے عجم بھی ہے تو اُن کے ذمہ ہے کہ اِس لُغت کا اِتنا اِدراک حاصل کریں کہ اِس کی زبان کو اِس کے اشارات کو اِس کے اِستعارات کو اِس کی تشبیہات کو اور اِس کے خوبصورت معانی کو سمجھ سکیں۔ اگر اللہ چاہتا تو ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا والی...... اُتار دیتا لیکن اللہ نے ایسا خوبصورت اُتارا ایسا خوبصورت اُتارا کہ کمال کر دیا اور عرب کو پاگل کر دیا ہے۔

قرآن میں ہے اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۝ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ نَظَرَ ۝ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۝ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۝ یہ اتنی خوبصورت تعبیر ہے اللہ کی قسم تھوڑی سی تمہیں عربی زبان سے مناسبت ہو تو تمہیں ایسا نظر آئے گا جیسے ولید تمہارے عاجز اور بے بس ہو کر تڑپ رہا ہے اور جُھن جُھلا رہا ہے کبھی اُٹھتا ہے کبھی بیٹھتا ہے کبھی چلتا ہے کبھی مُڑتا ہے۔ جس چیز کو بھی قرآن پیش کرتا ہے یوں پیش کرتا ہے کہ جیسے وہ چیز سامنے آگئی ہو اور یہ اُس وقت ہو سکتا ہے جب تمہیں تھوڑی سی مناسبت ہو جائے، میں کب کہتا ہوں

کہ ہم سیبویہ بن سکتے ہیں نہیں بن سکتے لیکن کچھ تو مناسبت پیدا ہونی چاہیے۔

ایک پٹھان گیا دِلّی (پٹھان بھائی ناراض نہ ہوں ایسے ہی مذاقاً کہہ رہا ہوں سارے بھائی ایسے نہیں ہوتے لیکن یہ قصہ پٹھان کا ہی ہے) وہ مرید ہوگیا مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کا، وہ بڑے نفیس تھے طبعًا انتہائی نفاست تھی طبعیت میں، تو تھوڑی بہت اُردو وہ سیکھ گیا تھا تو اُنہوں نے کہا خان صاحب وہ صُراحی اُٹھا کر لاؤ پانی پینا ہوگا تو دِلّی کی زبان میں صراحی کا جو نیچے کا حصہ ہوتا تھا جس کو پیندا کہتے ہیں اُس زمانے میں اُس کو ''پیٹ'' کہتے تھے تو وہ خان صاحب اُٹھے تیزی کے ساتھ تو حضرت کو خیال آیا کہ کہیں یہ صُراحی توڑ نہ دے تو اُنہوں نے پیچھے سے کہا خان صاحب! پیٹ پکڑ کر اُٹھانا۔ تو اُس پٹھان نے ایک ہاتھ سے صُراحی کو پکڑا اور دُوسرے ہاتھ سے اپنا پیٹ کو پکڑلیا، اُن کی مراد تو یہ تھی کہ نیچے سے اُٹھانا اُوپر سے نہ اُٹھانا کہ کہیں ٹوٹ نہ جائے تو اُس نے ایک ہاتھ سے اپنا پیٹ پکڑلیا اور ایک ہاتھ سے صراحی پکڑلی، تو یہی حال ہماری عربی کا ہے۔

تمہیں مجھے اور ہم سب کو اَشد ضرورت ہے اللہ کی پاک زبان سے مناسبت پیدا کرنے کی، پاؤں میں زنجیر باندھنی پڑے گی اِس کے لیے، گھر سے بھی چھٹی رشتہ داروں سے بھی چھٹی چاردیواری کا پابند بننا پڑے گا سارا سال، تب جا کر آپ کو مناسبت پیدا ہوگی کیونکہ یہ پرائی زبان ہے۔ تو ولید بن مغیرہ کا میں آپ کو سُنا رہا ہوں وہ آیا جس پر اُس نے یہ ساری بات کی تو آپ نے اُس کے سامنے جب اُس نے بات کی تو آپ نے کہا میری بات تو سن میں کیا کہتا ہوں، تو آپ نے سورہ مزمل کی یہ آیتیں پڑھیں یَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا o اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا o فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا o فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا o السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌ بِهٖ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا o اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا o تمہارے میرے لیے اِس میں کوئی ایسا نغمہ نہیں ہے جو دل کی تاروں کو چھیڑے جو حیرت پیدا کرے بس اُوپر سے گزر گئیں تو ولید تو عربی دان تھا تو اُس نے جب سُنا تو اُس کے منہ سے خوف کی وجہ سے آواز نکلی آنکھیں پھٹ گئیں منہ کُھل گیا خَرَجَ قَهْقَرَةً ایسے اُلٹے پاؤں واپس لوٹا پشت نہیں پھیر سکا اور پھر اُس نے وہ مشہور جملہ کہا اِنَّ فِيْهِ لَحَلٰى وَاِنَّ عَلَيْهِ لَقَلٰى وَاِنَّ اَسْفَلَهٗ مُغْلَقٌ وَاَعْلَاهُ مَسْنَدٌ وَاِنَّهٗ لَيَعْلُوْا وَلَا يُعْلَقُ وَاِنَّهٗ لَيَحْكُمُ مَا تَحْتَهٗ یہ کلمات اِتنے عالی شان تھے کہ اُصولِ تفسیر

کے علماء نے اِس سے بھی اُصول کا اِستنباط کیا ہے۔

پھر ابو جہل نے کہا کہ نہیں نہیں نہیں نہیں رجوع کر کچھ اَور کہہ کچھ اَور کہہ تو اَب وہ کچھ کہہ نہیں پا رہا کچھ سوچ نہیں پا رہا تو اُس کی بے چارگی اور بے بسی کو قرآن نے پھر یوں بیان کیا اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ o فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ o ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ o ثُمَّ نَظَرَ o ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ o ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ o مجھے یوں لگتا ہے جیسے ولید نے بے بسی بے چارگی میں اور تلملاہٹ میں جھنجلاہٹ میں کبھی اُٹھتا ہے کبھی بیٹھتا ہے ماتھے پر ہاتھ مارتا ہے سر پر ہاتھ مارتا ہے اور منہ بسورتا ہے اور آنکھیں اپنی اندر لے جاتا ہے کبھی کھولتا ہے کہ میں کیا کروں؟ میں کیا کروں؟ آخر آخر آخر عاجز ہو کر کہتا ہے اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ یہ تو جادو ہے۔ تو قرآن نے کہا سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ o وَمَآ اَدْرٰكَ مَا سَقَرُ o لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ o لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ o عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ o

تو آپ لوگ تو داعی حق ہو تو حق کی دعوت کا منتہٰی اللہ ہے اُس کی مغفرت اور وہ جنت ہے اُس کا ٹھکانا دیکھو یہ دُنیا اللہ نے بنائی، کہا كُنْ بن جا وہ بن گئی کتنی خوبصورت، اللہ نے سٹیشن ہی بنانا تھا تو یہ ہلّو کی اسٹیشن کی طرح بنا دیتا رائیونڈ کے سٹیشن کی طرح دو پلیٹ فارم بنا دیتا کہ چلو بھائی بیٹھ جاؤ بنچ پر چائے پیو اور مر جاؤ موجیں کرو اِتنا خوبصورت بنایا اِتنے حسین مناظر اِتنی خوبصورت وادیاں اور ایسی شکلیں ایسے پرندے مور کا ناچ کس لیے بنایا ہے مور کبھی کھایا ہے؟ کس کام آتا ہے صرف انسان کے اندر حسن پرستی کا جو ذوق ہے اُس کی تسکین کے لیے اُس کا ناچ دیکھنا۔ ایک اَور میں نے چیز دیکھی جتنے غیر اِنسان ہیں اُن میں نَر خوبصورت ہے اور مادہ بدصورت ہے۔ مور دیکھا ہے کتنا حسین ہوتا ہے اور جو مورنی ہوتی ہے بیڑی کوڑی بالکل بے رُوپی اور وہ بے چارہ اُسی کے آگے نخرے کررہا ہوتا ہے، کبھی آگے ناچتا ہے کبھی پیچھے ناچتا ہے کبھی اِدھر ناچتا ہے کبھی اُدھر ناچتا ہے اور اُس کا ناچ ایسا کہ موہ لے دل کو۔

ہمارے والد صاحب گھوڑے رکھا کرتے تھے ہمارے بچپن میں، ہم تو نہ سنبھال سکے نہ رکھ سکے تو گھوڑا انتہائی حسین اور گھوڑی اُس کے مقابلے میں انتہائی بے رُوپ، کبوتر انتہائی حسین کبوتری اُس کے مقابلے میں اِنتہائی بے رُوپ۔ میں ایک جگہ باہر لیٹا ہوا تھا تو دیکھا منڈیر پر ایک کبوتر کبوتری کو راضی کرنے کی کوشش کررہا تھا تو وہ ایسے گردن اُٹھاتا تھا اور اُس کا نخرہ اور کبوتری بیڑی سی اُس کے سامنے تھی، میں نے کہا واہ، تو یہ سارا میری آنکھوں کا تجزیہ ہے کہ جتنی غیر اِنسان میں نَر مادہ ہیں، نَر خوبصورت ہیں مادہ اُس کے

مقابلے میں بڑی ماٹھی ہے اور انسان میں مادہ خوبصورت ہے اور نَر اُس کے مقابلے میں اِتنا خوبصورت نہیں ہے۔عورت کا حسن مرد سے اللہ نے زیادہ رکھا ہے، اُس میں جاذبیت زیادہ ہے۔

تو میں یہ کہہ رہا تھا مور بنانے کی کیا ضرورت تھی؟ کوئل کی آواز کی کیا ضرورت تھی؟ بُلبل کے نغمے کی کیا ضرورت تھی؟ چلو بارش کی تو ضرورت تھی قوسِ قزح کی کیا ضرورت تھی؟ یہ رنگ اُس نے تمہیں دیے سبحان اللہ کیا حسن ہے کیسے دریا بل کھاتے ہیں کیسے آبشاریں گرتی ہیں کیسے پھول کھلتے ہیں کیسے پرندوں کے نغمے ہیں کیسی برف پوش اور سبز پوش چوٹیاں اور اُڑتے ہوئے بادل اور برستی ہوئی بارشیں اور پھیلی ہوئی وادیاں سر بفلک چوٹیاں یہ کیا حسن کے نظارے اللہ تعالیٰ نے بنائے اور کہا یہ دَارُ الْغُرُوْرِ، مَتَاعٌ قَلِيْلٌ، كَسَرَابٍ بِقِيْعَةٍ کیسے الفاظ استعمال ہو رہے ہیں لَا تُسَاوِیْ جَنَاحَ بَعُوْضٍ، لَعِبٌ وَّلَهْوٌ اور جس جنت کو اللہ تعالیٰ نے مستقل ٹھکانا بنایا تو وہاں مٹی نہیں ہے گارا نہیں ہے سیمنٹ نہیں ہے پتھر نہیں ہے روڑا نہیں ہے لوہا نہیں ہے تانبا نہیں ہے پیتل نہیں ہے ایک تو اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے خَلَقَ جَنَّةَ الْفِرْدَوْسِ بِيَدِهٖ .

پھر اُس میں سونا چاندی زُمرد اور یاقوت یہ سارا وہاں کا ادنیٰ میٹریل ہے اعلیٰ پتہ نہیں کیا ہے؟ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اُس کو اللہ نے جس دن بنایا اپنے ہاتھ سے بنایا جس دن بنایا سونے چاندی زُمرد یاقوت ہیرے اور جواہرات سے بنایا جس دن بنایا اُس دِن سے لے کر آج تک روزانہ پانچ دفعہ اُسے سجاتا ہے اور قیامت تک اللہ اُسے سجاتا جائے گا سجاتا جائے گا سجاتا جائے گا وہ کیا چیز بن رہی ہے؟ دُلہن بناؤ اُس میں ایک گھنٹہ دو گھنٹہ تین چار پانچ چھ، چھ گھنٹے بعد وہ کہے گی بس کرو بس کرو میری جان چھوڑ میں تھک گئی اور تم اُسے ایک حد تک حسین بناؤ گے پھر کہو گے بس اِس سے آگے نہیں، تھوڑا سا پاؤڈر لگاؤ گے اگر سارا ڈبہ اُس کے منہ پر ڈال دو گے تو کیا بنے گا؟ پھر تو ''چٹی ڈین'' بن جائے گی اُس کے چہرے پر اِتنی وسعت نہیں کہ وہ ایک ڈبہ پاؤڈر جذب کر سکے، اُس کے ہونٹوں میں اِتنی سکت نہیں کہ سُرخی کی ایک پوری سٹک برداشت کر سکے، سُرخی تھوڑی سی اُس پر لگانی ہے اور آنکھوں میں کاجل تھوڑا سا لگانا ہے اِس سے زیادہ پورا ڈالو گے تو ویسے ہی اُس کی ہائے ہائے ہو جائے گی۔

جس دن اللہ نے جنت الفردوس کی لڑکی کو پیدا کیا اَمر كُنْ کے ساتھ اور فردوس کی لڑکی کو اپنے ہاتھوں کے ساتھ کس چیز سے بنایا؟ پاؤں سے گھٹنے تک زعفران، گھٹنے سے چھاتی تک مشک، چھاتی سے گردن

تک عنبر اور گردن سے سر تک کافور سے اور سر کے بال سر کی چوٹی سے لے کر پاؤں کی ایڑی تک آتے ہیں اور اُن بالوں میں ایسا حسن اور نورانیت ہے کہ چند بال توڑ کر اِس مسجد میں ڈال دو تو سارا جہان اُس سے روشن ہو جائے گا، اُن بالوں کو اُٹھانے کے لیے خادمات الگ ہیں جو اُس کے بال اُٹھا کر چلتی ہیں۔ اور وہ سات سمندر میں تھوک ڈال دے اُس کو تھوک آتا نہیں تھوک تو عیب ہے لیکن اگر وہ اَکٹھا کر کے سات سمندر میں تھوک ڈالے تو ساتوں سمندر شہد سے زیادہ میٹھے ہو جائیں گے اور دُنیا کی سب سے حسین لڑکی تمہارے آگے شہد کی بوتل میں تھوک ڈال دے تو کھا لو گے یا اُسی کے سر پر توڑو گے؟

تو میرے اللہ نے کہا حُوْرٌ عِیْنٌ قرآن کتنی تفصیل سے بتاتا ہے کَوَاعِبَ اَتْرَابًا o عُرُبًا اَتْرَابًا o کَاَنَّھُنَّ بَیْضٌ مَّکْنُوْنٌ o کَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَکْنُوْنِ جس دن پیدا کیا اُس دن سے اُس کو سجا رہا ہے آج بھی پانچ دفعہ اُسے سجائے گا اور قیامت تک اُسے روزانہ پانچ دفعہ سجاتا جائے گا سجاتا جائے گا جب وہ تمہارے سامنے آئے گی تمہارا کیا ہوگا؟ سب سے ادنیٰ درجے کے جنتی کو جب اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرے گا اور اُس پر جنت کا دَر کُھلے گا اور وہ اپنی بیوی کو دیکھے گا، پہلے تو اَسی ہزار نوکر اُس کا استقبال کریں گے وہ کہیں گے اَمَا اٰنَ لِسَیِّدِنَا اَنْ نَّزُوْرَ ہمارے آقا آپ بڑی دیر سے آئے تو وہ کہے گا شکر کرو میں آ گیا میری بڑی ٹھکائی ہوئی ہے کہے گا شکر کرو میں آ ہی گیا بھئی بڑے لِتّر پڑے ہیں، تو اَسی ہزار کے جلوس میں وہ میدان میں اُترے گا، چاروں طرف جنتیں ہی جنتیں پھر وہ تخت پر بیٹھے گا اَسی ہزار نوکر ایک ہاتھ میں جام ایک ہاتھ میں کھانا کسی برتن میں لیے ہوئے ہوں گے، اَسی ہزار مشروب اَسّی ہزار کھانے کھا کر وہ یہ نہیں کہے گا کہ بس، ہر لقمے کی لذت پہلے سے زیادہ ہر گھونٹ کی لذت پہلے سے زیادہ، پھر وہ کہیں گے آپ اپنے اہل سے مل لیں ہم چلتے ہیں وہ اُٹھ کر چلے جائیں گے، سامنے سے پردہ ہٹے گا اور ایک لڑکی جنت کی حسین و جمیل ویسے ہی ٹیک لگا کر بیٹھی ہوگی جب اُس پر اُس کی نظر پڑے گی تو پہلی نظر کتنی لمبی ہوگی؟ چالیس سال۔

چالیس سال تک اُسے دیکھ رہا ہے دیکھ رہا ہے دیکھ رہا ہے، جس نے دوزخ کے کالے کالے فرشتے دیکھے جب اُس نے حور دیکھی تو اُس نے پاگل تو ہونا ہی تھا، اَب دیکھے ہی جا رہا ہے دیکھے ہی جا رہا ہے دیکھے ہی جا رہا ہے، پھر چالیس سال کے بعد وہ کہے گی میرے پاس نہیں آؤ گے؟ پھر یہ کہے گا تو کون ہے؟ کہے گی میں تیری بیوی ہوں تیرے انتظار میں ہوں۔ پھر آگے بڑھ کر اُس سے معانقہ کرے گا یہ معانقہ کتنے سال کا

ہوگا؟ ستر سال کا معانقہ ہوگا، سبحان اللہ وَحُوْرٌ عِیْنٌo کَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَکْنُوْنِ o بے شمار لوگ اِس بات کو سمجھتے ہی نہیں کہ جنت شہوات کی جگہ ہے وہ سمجھتے ہیں کہ جنت بس ایک رُوحانی جہان ہے جہاں کوئی شہوت نہیں ہوگی بس ایک رُوحانی زندگی ہوگی۔ یہ سب سے پہلے جنت کو اللہ تعالیٰ نے فضل کیا میرے ذریعے سے جنت کا بیان ہونا شروع ہوا جنت کا تو کوئی بیان ہی نہیں کرتا تھا، اللہ جنت دے گا بس اِتنا ہی ہوتا تھا کیونکہ فضائل ہمارے ہاں پہلے پڑھائے ہی نہیں جاتے اور تبلیغ کا موضوع ہی فضائل کا علم ہے تو اُن فضائل کے ڈھونڈتے ڈھونڈتے ڈھونڈتے میں جنت کی کتاب تک پہنچ گیا هَادِی الْاَرْوَاحِ اِلٰی بِلَادِ الْاَفْرَاحِ جب میں نے پڑھی تو میں خود پاگل ہوگیا کہ یا اللہ یہ باتیں تو آج تک نہ پڑھیں نہ سُنیں نہ کسی نے بتائیں پھر میں نے اُن کو بیان کرنا شروع کیا، ایک ہزار آیات ہیں جنت اور جہنم کی یعنی قرآن کا 1/6 حصہ، یہ فضائل آدمی کے اندر رُوح بھر دیتے ہیں۔

تو میرے عزیزو آپ حق کے داعی ہو حق کو پہچانو اُس کے اندر صاحبِ بصیرت بنو آج میں آپ کو صرف ''علم'' کے فضائل سُنانے کے لیے آیا ہوں چھٹیاں قریب آئیں گی تو پھر تبلیغ کے فضائل بتاؤں گا اَبھی تو آپ کو جس چیز کی ضرورت ہے وہ بتا رہا ہوں کہ ہمارا جو علمی زوال ہے یہ بہت ہی دُکھ دینے والی بات ہے اور بہت زیادہ پریشان کُن بات ہے۔ ایک تاجر کی تجارت کو زوال آجائے تو کیا ہے؟ چلو پورے پاکستان کی تجارت بیٹھ جائے تو اُس سے کیا ہوگا؟ رازق تو اللہ ہے کہیں اَور سے روٹی دے دے گا، اگر علم بیٹھ گیا تو پھر کیا بنے گا؟ ساری دُنیا اَندھیروں میں ڈوب جائے گی۔ تو میں آپ کو آج یہ کہنے آیا ہوں اور سر میں بہت شدید دَرد ہے میرا خیال تھا کہ میں آدھا پونا گھنٹہ اپنا وعدہ نبھا کر چلا جاؤں گا لیکن آپ کی محبت میں میں ایسے آہستہ آہستہ آپ سے باتیں کرتا رہا اور بولتا رہا، میری یہ تمنا ہے کہ یہاں سے ہر نکلنے والا ایسے نکلے کہ علم کا نور اُس کی رگوں وپے میں سرایت کر چکا ہو وہ جدھر جائے روشنی پھیلاتا چلا جائے۔

ابھی مولانا حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بات سُنی آپ کے مہتمم صاحب کی زبان سے کہ اُن کی تمنا تھی کہ ایسا مدرسہ ہو جس میں پانچ چھ ہزار طلباء ہوں تو ہر سال ایک بڑی تعداد علماء کی نکلے اور وہ آہستہ آہستہ ماحول میں جگہ بناتے بناتے ایک خاموش مثبت انقلاب آئے اِس سوچ پر یہ جگہ خریدی گئی اور اِتنا لمبا چوڑا نظام بنایا گیا اللہ نے اہل اللہ کی اور مخلصین کی چاہے زندگی میں چیز وجود نہ بھی پائے تو اُن کی نیت کی وجہ سے اللہ بعد میں اُن کی شکلیں بنا دیتا ہے تو اُن کی زندگی میں شکل کو وجود نہ ملا لیکن اُن کے بعد یہ سارا وجود جو

ہے تو اُن ہی کے کھاتے میں جا رہا ہے تو جب ہمارے بڑے یہ تصور لے کر اتنی بڑی بنیادیں سوچ رہے تھے تو ہمیں اور آپ کو بھی اِس کو اپنانے کی ضرورت ہے۔ آپ اللہ کے چُنے ہوئے ہو اللہ نے آپ کو چن کر مدرسے میں پہنچا دیا اِس وقت لاکھوں کروڑوں بچے سکول و کالجوں میں ہیں اور آپ سرمایہ ہو اُمت کا تو میں آپ کے سامنے ہاتھ جوڑتا ہوں اپنی ساری طاقت اللہ کے علم کو سیکھنے میں لگاؤ اُس کو اپنے اَندر اُتارنے میں لگاؤ اور کبیرہ گناہوں سے بچو اور خاص طور پر غیبت سے بچو اور تنقید سے بچو جن سے سیکھو اُن کا احترام کرو جن سے پڑھو اُن کا احترام کرو اُنہیں انسان سمجھو اُنہیں فرشتہ نہ سمجھو اُن سے بھی خطا ہو سکتی ہے بڑی سے بڑی خطا ہو سکتی ہے۔

لہٰذا صالحین کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ ملائکہ بن گئے صالحین کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اُن کی خیر اُن کی سیّات پر غالب ہوتی ہیں۔ تو جن سے پڑھو اُن سے اَدب واحترام سے پڑھو اور جب تک اِس چار دیواری میں ہو تو اِسی کے ہو کر رہو تو اللہ تبارک وتعالیٰ جب آپ کو قبول فرمائے گا تو آگے دین کے بے شمار شعبے ہیں جس میں چاہے گا اللہ آپ سے کام لے لے گا آپ جہاں جاؤ گے آپ نور بن کر جاؤ گے روشنی بن کر جاؤ گے۔ لیکن اگر بنیاد ہی کمزور ہے تو اَب جس شعبے میں بھی جاؤ گے وہ شعبہ دَھڑام نیچے گرے گا تو دین کے تمام شعبوں کو زندہ کرنا ہے ہر شعبے کے لیے جو رأس المال ہے جیسے ہر گاڑی کے لیے چلانے والی طاقت پٹرول ہے تیل ہے، تیل ناخالص ہو تو وہ گاڑی پھڑ پھڑ پھڑ کرتی ہوئی جائے گی تو آپ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ کا مصداق بنو مِشْکٰوۃٌ بنو مِصْبَاحٌ بنو زُجَاجَۃٌ بنو اور پھر جدھر جاؤ گے انشاء اللہ آپ کے ذریعے سے اللہ روشنیاں پھیلائے گا ہدایت کا نور پھیلائے گا تو ابھی میں آپ کی تشکیل یہ کر رہا ہوں کہ اپنی کتاب کے ساتھ انصاف کرو اپنے اُستاد کا اَدب کرو جب تک سمجھ میں نہ آئے آگے مت چلو سمجھ کر پڑھو۔

رائیونڈ میں جب میں پڑھتا تھا اُس زمانے میں بہت سختی تھی اگر کوئی کتاب پوری طرح لڑکوں کو نہیں آتی تھی تو پھر دوبارہ پڑھاتے تھے کچھ ہمارے ساتھی تھے تو اُن کو پڑھائی گئی شرح تہذیب اُن کی جماعت ہی کُل دو لڑکوں کی تھی تو تھوڑے سے لڑکے ہوتے تھے تیس پینتیس تو اُن کا امتحان ہوا تو فیل ہو گئے اُنہوں نے کہا دوبارہ پڑھاؤ پھر دوبارہ پڑھائی گئی پھر فیل ہو گئے اُنہوں نے کہا سہ بارہ پڑھاؤ اُنہوں نے کہا جی اَب میں پاگل ہو جاؤں گا اگر مجھے تیسری دفعہ پڑھائی گئی، مہربانی کرو ویسے ہی پاس کر دو۔ تو آپ کی خدمت میں گزارش ہے چھٹیوں کے قریب آپ سے انشاء اللہ چلّہ بھی مانگیں گے سال بھی مانگیں گے ابھی تو آپ سے یہ مانگ رہا ہوں کہ آپ پڑھو دھیان سے پڑھو توجہ سے پڑھو اور اِس کے ساتھ ہی یہ کہ آپ تو پانچ وقت نماز پڑھ رہے ہو تہجد پڑھ

رہے ہو تو یہ آپ کے ساتھ بستی ہے بُبہ ہم اِس کی مسجد میں پیدل آیا کرتے تھے یہاں جب رائیونڈ میں پڑھتے تھے تو اِن سب اَطراف میں جتنے لوگ ہیں اِن کو پانچ وقت کا نمازی بنانے کی نیت کرو۔ اَب تو اِدھر آبادی بھی ہوگئی پہلے تو یہ ویران جنگل تھا تو اِس آبادی میں جتنا مجمع ہے آپ کے پاس جو فارغ وقت ہو عصر سے مغرب تک آپ فارغ ہوتے ہیں یا کوئی اَور وقت جو آپ کی چھٹی کا ہے اُس میں آپ آپس میں بیٹھ کر مشورہ کرو کہ ہم اِن سب کو نمازی کیسے بنائیں؟ لَیْسَ بِالْمُؤْمِنِ الَّذِیْ یَشْبَعُ وَجَارُہٗ جَائِعٌ وہ مومن نہیں ہے جو خود پیٹ بھر کر کھائے اور پڑوسی بھوکا ہو۔ اِس سے یہ بات مُستنبط ہے کہ آپ تو علم بھی پڑھو تہجد بھی پڑھو نماز بھی پڑھو تلاوت بھی کرو اور وہ سامنے والا کلمہ بھی نہ جانتا ہو تو یَشْبَعُ وَجَارُہٗ جَائِعٌ آپ تو ایمانی کھانا کھا رہے ہو اور وہ بالکل ہی بھوک سے تڑپ رہا ہو تو یہ بات ٹھیک نہیں ہے تو آپ نیت کرو کہ اپنے اَطراف میں جتنی آبادی ہے قریب قریب اِن سب کو پانچ وقت کا نمازی بنانا ہے یہ آخری درجہ ہے جس سے ایمان باقی رہے گا تو آپ اتنی نیت ساتھ کر لو کہ اَطراف کی ساری آبادی کو پانچ وقت کا نمازی بنانا ہے اور اُن کے ذریعے سے اُن کی عورتوں کو اور اُن کے بچوں کو نمازی بنانا ہے تاکہ آپ کے چاروں طرف سارے مسلمان نمازی بن جائیں اور آپ ماشاء اللہ اتنے نوجوان ہو ہمت والے ہو اگر آپ ایک ایک ہی نیت کر لو گے اِس کی منت خوشامد کر کے کرنا ہے تو انشاء اللہ ہو جائے گا۔ (یہاں تک بیان ریکارڈ ہو سکا)

✿ ✿ ✿

بقیہ : ملفوظات شیخ الاسلامؒ

☆ عبدی، شبراتی، ساونی، جڑاول وغیرہ موقوف کر دِیے جائیں۔

☆ گونہ (چالا) کی رسم کو بند کر دیا جائے۔

☆ چوتھی کھیلنا اور اِس کی دیگر خرافات کو موقوف کر دیا جائے۔

☆ منگنا نہایت سادگی کے ساتھ کر دیا جائے کسی قسم کے خاص مصارف اِس کے لیے نہ کیے جائیں۔

☆ غیر رسمی طور پر ہر شخص کو اختیار ہے جس قدر اور جو چاہے اپنی اَولاد اور داماد کو دے۔

☆ بجائے اِن مصارفِ زائدہ کے مناسب ہوگا کہ اصحابِ استطاعت حضرات اپنی اَولاد اور داماد کے لیے کوئی جائداد وغیرہ رسمی طریقے پر خرید دیا کریں یا کوئی تجارت قائم کرا دیں یا اِن مصارف کے نقد کو کسی قومی فنڈ یا مدرسہ میں داخل کرا دیں۔

دینی مسائل

﴿ طلاق کا بیان ﴾

طَلَاقٌ یا طَلَاقُنَّ یا مُطَلَّقَۃٌ وغیرہ الفاظ کے ساتھ نکاح کے بندھن کے فی الحال توڑنے یا انجام کار توڑنے کو ''طلاق دینا'' کہتے ہیں۔

طلاق کا حکم :

1۔ مباح ہے جبکہ کوئی ضرورت ہو۔

2۔ مستحب ہے جب عورت دین کے فرائض مثلاً نماز روزہ ترک کرتی ہو یا اپنے قول وفعل سے ایذاء دیتی ہو

مسئلہ : فرائض کی تارک کو طلاق دینا واجب نہیں ہے۔

3۔ واجب ہے جب شوہر کا بیوی کے ساتھ بھلے طریقے سے رہنا ممکن نہ ہو مثلاً جب شوہر نامرد ہو وغیرہ

تنبیہ : والد کہے کہ طلاق دے دو تو اگر والد کا ایسا حکم دینے میں کوئی دینی یا دُنیوی مصلحت ہو تو طلاق دینا بہتر ہے اور اگر والد نے ایسا محض خاندانوں کی باہمی رنجش کی بنا پر کہا ہے کسی مصلحت کو پیش نظر نہیں رکھا یا اَندیشہ ہے کہ طلاق دینے کی صورت میں زوجین میں سے کوئی یا دونوں صبر نہ کر سکیں گے تو طلاق نہ دے۔

طلاق دینے کا اہل :

وہ شوہر جو صاحبِ عقل ہو بالغ ہو اور دیندار ہو طلاق دینے کا اہل ہے۔

مسئلہ : شوہر کے سوا کسی اور کو طلاق دینے کا اختیار نہیں ہے البتہ اگر شوہر نے کہہ یا ہو کہ تو اُس کو طلاق دے دے تو وہ بھی دے سکتا ہے۔

مسئلہ : جو شوہر جوان ہو چکا ہو اور دیوانہ پاگل نہ ہو اُس کے طلاق دینے سے طلاق پڑ جائے گی اور جو لڑکا ابھی جوان نہیں ہوا اور دیوانہ پاگل جس کی عقل ٹھیک نہیں اِن دونوں کے طلاق دینے سے طلاق نہیں پڑتی

مسئلہ : جب سوتے ہوئے آدمی کے منہ سے نکلا کہ تجھ کو طلاق ہے یا یوں کہہ دیا کہ میری بیوی کو طلاق تو اِس بڑبڑانے سے طلاق نہ پڑے گی۔ (جاری ہے)

قسط : ۱۸، آخری

یہودی خباثتیں

﴿ تحریر : فلسطینی مفکر عبداللہ التل ، ترجمہ و تلخیص : مولانا سیّد سلمان صاحب ندوی ﴾

4 - یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ تقریبًا دو صدیوں سے امریکا کے ذرائع ابلاغ پر یہودیوں نے ایسا قبضہ کر رکھا ہے کہ کیا مجال ہے کہ امریکا کا کوئی مخلص، وفادار، امریکن قوم کا کوئی فرد یہودیوں کے خلاف زبان کھول سکے، کتنے آزاد فکر، صاف اور کھری بات کرنے والے جنہوں نے یہودی اَثر ونفوذ پر تنقید کی، یہودیوں کے بدترین مظالم کا نشانہ بن چکے ہیں، جب بھی کبھی اِن کے خلاف آواز اُٹھتی ہے تو وہ اپنے ذرائع ابلاغ کا استعمال کر کے اور مخالفین پر اِلزامات کی بوچھاڑ کر کے اُسے ''سامی دُشمن، نازی دوست'' قرار دے کر مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا کر دیتے ہیں۔ اگر وہ کوئی بڑی شخصیت ہوتا ہے تو یہودی زعماء اور اُن کے ایجنٹ اِسے باعزت وسائل زندگی سے محروم کر کے دم لیتے ہیں اور ایسے تاجروں کو کنگال کر کے چھوڑتے ہیں، وزیر دفاع فارستال کا کیا حشر ہوا؟ جس نے ٹرومین کے عہد حکومت میں یہ چاہا تھا کہ امریکا کی خارجہ سیاست غیر جانبدار ہو، اور اُس نے دونوں پارٹیوں سے مطالبہ کیا تھا کہ یہودیوں کے دباؤ کو ختم کریں، اس کا انجام کیا ہوا؟ ٹرومین نے اِس کو برخاست کر دیا اور اُسے بے یار و مددگار، یہودیوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جنہوں نے چند دنوں میں اُس کا کام تمام کر دیا اور اُسے اُس کے کئی منزلہ مکان کی اُوپر کی کھڑکی سے نیچے سڑک پر پھینک دیا، آخر وہ یہودی جرائم کا نشانہ بن کر رُخصت ہوا۔

یہودیوں نے امریکا کی صحافت پر اس درجہ مکمل قبضہ کر رکھا ہے، امریکا کے ۲۲۰ روزناموں، میگزین اور نیوز ایجنسیاں سو فیصد اِن کے ہاتھ میں ہیں، امریکی قوم کی آنکھوں پر پٹیاں باندھ دی گئی ہیں، اب وہ صرف وہی دیکھتی ہے جس کو یہودی صحافت دکھاتی ہے۔ حالت یہ ہے کہ صدارت اور پارلیمنٹ کی ممبر شپ کے لیے جو اُمیدوار کھڑا ہوتا ہے، وہ یہودی افیم سے بے ہوش یا مدہوش ہو جاتا ہے، ایک مخفی طاقت کے ہاتھ کٹھ پتلی بنا رہتا ہے، امریکہ میں الیکشن صدارتی ہوں یا کانگریس کے ممبران کے یا میونسپلٹی کے یا مختلف یونین اور کمپنیوں

کے، ہرجگہ اُمیدوار یہودیوں سے بھیک مانگتے نظر آتے ہیں، امریکن قوم پوری کی پوری یہودیوں کے ہاتھوں گروی یا یرغمال ہے، غلامی کی اِس دور میں شاید سب سے بدترین شکل یہی ہے۔

بنیامین فرانکلین :

امریکا کے وزیر دفاع فارسٹال کے المیہ سے ۱۶۰ سال پہلے ایک معروف امریکن نیشنلسٹ بنیامین فرانکلین نے امریکن قوم کو یہودیوں کے خطرہ سے متنبہ کرنا شروع کیا تھا، اُس نے ۱۷۸۹ء میں دستور کے اعلان کے موقع پر منعقدہ کانفرنس میں کہا تھا :

''ایک بڑا خطرہ امریکا کے سروں پر منڈلا رہا ہے، وہ یہودی خطرہ ہے۔ حضرات! ہم دیکھتے ہیں کہ جہاں بھی یہودی ہیں وہ امریکن قوم کے عزم وارادہ کو کمزور کرتے ہیں، شریفانہ تجارتی کردار کی بنیادیں ہلا دیتے ہیں، وہ قوم کے ساتھ مدغم نہیں ہوتے، انہوں نے حکومت کے اندر ایک حکومت بنا رکھی ہے، ان کا حال یہ ہے کہ اگر کسی طرف سے مخالفت ہوتی ہے تو وہ مالی دباؤ ڈالتے ہیں اور پوری قوم کو نقصان پہنچاتے ہیں، جیسا کہ پرتگال اور اسپین میں ہوا، وہ سترہ سو سال سے اپنے غموں کا رونا رو رہے ہیں، صرف اس دعوی کی بنیاد پر کہ اُن کو اُن کے اصل وطن سے نکال دیا گیا، لیکن آپ یقین رکھیں کہ اگر اِنہیں متمدن دُنیا فلسطین دِلوا بھی دے تو وہ بہت سے عذر وطن واپس نہ جانے کے تراش لیں گے، کیوں؟ وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے آپ میں نہیں رہ سکتے، یہ اپنے درمیان آپس میں زندگی نہیں گزار سکتے، یہ لوگ لازماً عیسائیوں اور دیگر قوموں کے درمیان ہی رہیں گے جن کا اِن سے تعلق نہیں۔

اگر دستور کے بموجب اِنہیں امریکا آنے سے روکا نہ گیا، تو سو سال سے کم مدت میں وہ سیلِ رواں کی طرح اِس ملک میں داخل ہوتے جائیں گے، ہم پر حکومت کریں گے، ہمیں تباہ کریں گے اور اِس حکومت کا حلیہ بدل دیں گے جس کے قیام کی خاطر ہم نے اپنی جان، اپنا مال، اپنی شخصی آزادی کو داؤ پر لگایا اور اپنا خون بہایا۔

اگر یہودیوں کو نہ روکا گیا تو دو سو سال نہیں گزریں گے کہ ہماری اولاد کمپنیوں میں مزدور

ہوں گی جس کا کام یہودی مالکوں کی غذا کا انتظام ہوگا جو اپنے گھروں میں مالکانہ حقوق کے ساتھ آرام سے بیٹھے دادِعیش دے رہے ہوں گے۔

حضرات ! میں آپ کو متنبہ کرتا ہوں، اگر آپ نے یہودیوں کی آمد پر پابندی نہ لگائی تو آپ کی آئندہ نسلیں آپ پر لعنت بھیجیں گی، اِن یہودیوں کے دماغ، اِن کی سوچ ہم سے بالکل الگ ہے، اِن کی دس نسلیں بھی ہمارے بیچ رہیں تو یہ بدل نہیں سکتے، چیتا اپنی شکل نہیں بدل سکتا۔

یہودی اِس ملک کے لیے خطرہ ہیں، اگر اِنہیں اِس ملک میں آنے اور رہنے کی اجازت دی گئی تو یہ ہمارے دستور اور ہماری ترقیات کو تباہ کردیں گے، دستوری طور پر ہمیں اِن پر پابندی لگادینی چاہیے''۔ ؎

غور فرمائیے کہ یہ پیش گوئی کتنی سچی تھی، اگرچہ اِس کی مدت کا اَندازہ صحیح نہیں لگایا جاسکا کہ امریکا ایک یہودی کھیت بن جائے گا جس میں کاشتکار اور مزدور امریکی ہوں گے اور مالک یہودی۔

بنیامین فرانکلین نے دوسو سال کا اَندازہ لگایا تھا جو مدت ۱۹۸۹ء میں پوری ہوئی تھی لیکن یہودیوں نے اِس سے پچاس سال پہلے ہی امریکا کو ایک یہودی اسٹیٹ بنالیا، اب امریکی سیاست، ہتھیار، علم وفن، دولت وثروت، وسائل آمدنی اور ذرائع ابلاغ عالمی یہودیت اور اُس کے تنفیذی اعضاء ماسونت اور صہیونیت کے مکمل تابع زیردست اور غلام ہیں۔!!!

؎ دیکھیے The Nameless War اَز Captan Ramsay لندن۱۹۵۲ء

تحفۂ علم وحکمت

ابوطاہر حضرت مولانا اسحاق خان صاحب مدظلہ کی تحریر فرمودہ کتاب ''تحفۂ علم وحکمت'' پر حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم دارُالعلوم دیوبند نے بطورِ تبصرہ اپنی قیمتی رائے کا اظہار فرمایا ہے جو حضرت مصنف کے لیے بجاطور پر باعثِ مبارکبادی ہے اُن کی خواہش پر اِس کو بعینہٖ شائع کیا جارہا ہے اِس کی اشاعت جریدہ کے لیے بھی زینت اور باعثِ برکت ہوگی۔ (اِدارہ)

''تحفۂ علم حکمت'' حقیقتاً تحفۂ علم وحکمت ہی ہے جس میں دلوں کی صلاح وفلاح کی ساری علمی اور عشقی تدبیریں کلامِ نبوت سے جمع کردی گئی ہیں جس میں علم کے ساتھ حکمت، حکمت کے ساتھ معرفت اور معرفت کے ساتھ حقیقت کے خزانے اِسی طرح بھرے ہوئے ہیں جیسے اتھاہ سمندر کی گہرائیوں میں موتی اور جواہرات چھپے ہوئے رہتے ہیں اِس لیے اگر یہ کہا جائے کہ ''تحفۂ علم وحکمت'' فقہ باطن کی ہدایہ اوّلین ہے تو بے جا نہیں ہوں گا کیونکہ ہدایہ اوّلین میں اعمالِ جوارح کے احکام ہیں اور تحفۂ علم وحکمت میں احوالِ قلوب کی ہدایات ہیں ایک کا تعلق علم سے ہے اور ایک کا عشق سے، وہ قوالب کے سدھار کا سرچشمہ ہے اور یہ قلوب کو بگاڑ سے بچانے کا ذخیرہ ہے۔

ظاہر ہے کہ مقدم اندرونی اور قلبی بگاڑ سے ہی بچنا ہے کہ اِس پرہیز کے بغیر دوا اور غذا مؤثر نہیں

ہو سکتی۔ وجہ ظاہر ہے کہ قلب سلطان الاعضاء ہے بقیہ تمام اعضاء اوس کے خدام ہیں جو اوس کے اِشاروں پر چلتے ہیں اور بنصِ حدیثِ نبوی اگر وہ صالح ہے تو پورا اِنسان صالح ہے اور اگر وہ فاسد ہے تو سارا اِنسان فاسد ہے۔ اِس جامع کتاب میں اِسی سلطانِ مملکت کی سلامتی اور بچاؤ کی تدبیریں جمع کر دی گئی ہیں۔ نیت سے لے کر عمل تک، ایمان سے لے کر اسلام تک، اَخلاق سے لے کر احسان تک اور تقویٰ ظاہر سے لے کر تقویٰ باطن تک، کے اون تمام مدارج کی نشاندہی کر دی گئی ہے جو احادیثِ شریفہ کے جوامع الکلم میں لپٹے ہوئے ہیں اور جن تک نگاہِ بصارت نہیں بلکہ نگاہِ بصیرت ہی پہنچ سکتی ہے۔ اگر آج کی مریض دُنیا کو اِس کتاب کے اُن کیمیا اثر نسخوں اور اُس اُسوۂ حسنہ کا استعمال نصیب ہو جائے تو دُنیا سے لے کر آخرۃ تک کی ساری منزلیں با آسانی طے ہو سکتی ہیں اور رضاءِ حق کے ساتھ رضاءِ خلق کی دولتیں مفت میں ہاتھ لگ جاتی ہیں۔

اسلامی عہد کے اوائل میں اصلاحِ قلب کا فن جسے شرعی اصطلاح میں ''احسان'' اور عرفی اصطلاح میں ''تصوف'' کہتے ہیں فقہ ہی کا ایک جز و تھا اور اِس ایک ہی فن کے دو حصے تھے ایک فقہ ظاہر، اور ایک فقہ باطن، بعد میں جب فنِ احسان کے اُصول و قواعد کی تدوین ہوئی اور اوس کے مسائل ابواب و فصول مرتب کیے گئے تو اوس نے ایک مستقل فن کی صورت اختیار کر لی جس میں ہزاروں کتابوں کا ذخیرہ معرضِ وجود میں آ گیا۔

لیکن یہ فن کی علیحدگی کتابوں ہی کی حد تک محدود رہی۔ جامع ظاہر و باطن ہستیوں کے قلوب میں اِس تفریق نے کوئی راہ نہیں پائی بلکہ جہاں اُن کے قلم و زبان اور جوارح و اعضاء پر فقہی احکام کا تسلط رہا وہیں اُن کے قلوب و اَرواح میں فنِ احسان کا غلبہ بھی قائم رہا۔ جہاں تک اندازہ ہوا مصنف ممدوح اپنی اِس کتاب زیر نظر ''علم و حکمت'' میں ایسی ہی جامع ہستی نظر آ رہے ہیں جنھوں نے

وہیں قلوب اُس سے سرور بھی حاصل کرتے ہیں۔ اسی جامعیت کے ساتھ ممدوح الصدر نے پچاس احادیث کا یہ انمول ذخیرہ جمع کر دیا ہے اور اُس میں حال و قال کے درجات و مراتب ضروری حد تک نشاندہی فرمادی ہے جو اہلِ سنت والجماعت کا ہمیشہ سے اِمتیازی نشان رہا ہے کہ وہ اقوال کے ساتھ احوال صُحُفِ کمال کے ساتھ اُسوہ رجال اور ادب دانی کے ساتھ سوختہ جانی سے کبھی غافل نہیں ہوئے۔

بقول امام ابن سیرینؒ کے :

اِنَّ هٰذَا الْعِلْمَ دِيْنٌ فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَأْخُذُوْنَ دِيْنَكُمْ . (مشکوۃ شریف)

یہ علم (کتاب وسنت) تمہارا دین ہے تم جس سے دین حاصل کرو (پہلے) اُسے دیکھ لو کہ
خود اُس میں بھی دین ہے یا نہیں؟

یہی راز ہے انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا کہ وہ تعلیم ربانی کے ساتھ اخلاقِ رحمانی بھی جو اُن کے پاک قلوب میں موجزن ہوتے ہیں مخلوق کے قلوب میں بھی اُنہیں اپنی قلبی حرارت سے مخلوق کے جاگزیں فرمائیں چنانچہ کتاب وسنت میں جو چیزیں اَقوال ہیں وہی حضور کی ذات میں اعمال ہیں اور احکام الٰہیہ ہیں جو چیزیں اعمال ہیں وہ حضور اقدس کی ذات میں احوال ہیں۔ حضرت صدیقہ بنتِ صدیق رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں : وَكَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنُ یعنی اگر آپ کے اخلاق کو دیکھنا چاہو تو قرآن حکیم کو دیکھ لو کہ جو کچھ اُس میں بصورتِ احکام ہے وہی حضور کی ذات میں بصورتِ اَخلاق وملکات جلوہ گر ہے۔

در سخن مخفی منم چوں بوئے گل در برگ گل ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

یہی صورت اِس ''تحفۂ علم وحکمت'' میں بھی محسوس ہوتی ہے کہ اِس کے حروف وکلمات میں مصنف کے قلبی اثرات کی رُوح دوڑی ہوئی ہے۔ اِس لیے مجموعی حیثیت سے یہ کتاب کتاب ہی نہیں بلکہ ایک لاجواب مربی ہے جس میں خود مصنف کے آثار واحوال جلوہ گر ہیں فَجَزَاهُ اللّٰهُ عَنَّا وَعَنْ جَمِيعِ الْمُسْلِمِينَ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ .

جدید ایڈیشن میں اگر یہ حدیث کی ابتداء میں اُوپر وہ عنوان بھی دے دیا جائے جو فہرست میں دیا گیا ہے تو افادیت کے ساتھ ناظرِ کتاب اور طالبِ اُسوۂ حسنہ کو سہولت مزید بھی میسر آجائے گی۔ حق تعالیٰ اِس ذخیرۂ خیر وبرکت کو قبول فرما کر مصنف ممدوح اور ہر طالب علم کے لیے باعثِ خیر وبرکت بنائے۔

محمد طیب

مہتمم دارُالعلوم دیوبند (الہند)

۱۴۰۲/۱/۲۵ھ

عالمی خبریں

پھر ایمان کیوں نہیں لاتے ؟

قرآنِ کریم بیش قدر آسمانی کتاب ہے : پوپ بینڈکٹ

ویٹی کن (اے پی پی) عیسائیوں کے مذہبی رہنما پوپ بینڈکٹ نے قرآنِ کریم کو بیش قدر آسمانی کتاب قرار دیا ہے۔ بین الاقوامی اسلامی نیوز ایجنسی کی رپورٹ کے مطابق پوپ نے اِن خیالات کا اظہار ایران کے ایک وفد سے ملاقات کے دَوران کیا ہے۔ وفد نے مہدی مصطفوی کی قیادت میں پوپ بینڈکٹ سے ملاقات کی، ملاقات کے دَوران پوپ بینڈکٹ نے اسلام اور عیسائیت کے درمیان مکالمہ اور مفاہمت کے فروغ کے لیے اِقدامات کی ضرورت پر زور دیا۔ پوپ بینڈکٹ کو اِس موقع پر قرآنِ کریم کا تحفہ دیا جسے پوپ نے شکریہ کے ساتھ قبول کرتے ہوئے کہا کہ قرآنِ کریم بیش قدر آسمانی کتاب ہے۔ (روزنامہ نوائے وقت 6 مئی 2008)

◄●►

گوجرانوالہ میں کلمہ طیبہ والے اَنڈر ویئرز کی سپلائی پر دُکانداروں کا احتجاجی جلوس، ٹریفک جام

گوجرانوالہ (نمائندہ خصوصی) کلمہ طیبہ کی تحریر والے اَنڈر ویئر سپلائی کرنے پر پیس شاپنگ سنٹر گوجرانوالہ کے دُکانداروں نے گزشتہ روز احتجاجی جلوس نکالا جو جی ٹی روڈ سے ہوتا ہوا مین مارکیٹ ماڈل ٹاؤن میں ختم ہوگیا راستے میں جلوس میں شہریوں کی بڑی تعداد بھی شامل ہوگئی۔ جلوس کے باعث جی ٹی روڈ پر ٹریفک ایک گھنٹہ جام رہی۔ مسجد مکرم ماڈل ٹاؤن کے باہر جلوس میں شباب ملی کے وَرکرز بھی شامل ہوگئے۔ اِس موقع پر شباب ملی کے سٹی صدر فرقان عزیز بٹ نے خطاب بھی کیا۔ پیس کے دُکانداروں حنیف، قاری یحیٰی اور غلام مصطفٰی نے بتایا کہ شہر کی تمام مساجد کو اِس جسارت سے آگاہ کر دیا گیا ہے اور آج نمازِ جمعہ کے اجتماعات میں اِس امر کے خلاف قرار دادیں منظور کی جائیں گے۔ (روزنامہ نوائے وقت 23 مئی 2008)

◄●►

اَخبارالجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

۲۳؍اپریل کو جامعہ مدنیہ جدید میں شعبہ حفظ کے طالب علم محمد نعیم بن چوہدری محمد حنیف صاحب (نمبردار پاجیاں) نے حفظِ قرآن مکمل کیا، اس موقع پر حضرت مہتمم صاحب نے دُعا کروائی۔ اگلے روز چوہدری صاحب نے حضرت مہتمم صاحب اور تمام اساتذہ کرام کی اپنے گھر پر کھانے کی دعوت کی۔

۲۷؍اپریل کو خانقاہِ حامدیہ میں ایک عیسائی لڑکے نے شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب کے ہاتھ پر اِسلام قبول کیا۔

۲۳؍مئی کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب جامعہ مدنیہ جدید کے طالب علم نثار احمد متعلم درجہ سادسہ کے ایماء پر سرحالی قصور کی جامع مسجد میں نمازِ جمعہ کے افتتاح کے موقع پر جمعہ کی نماز پڑھانے تشریف لے گئے۔ آپ نے حاظرین سے ''اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کی اہمیت'' کے موضوع پر بیان کیا۔ اسی روز بعد اَز نماز مغرب حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب قاری نذیر احمد صاحب کی دعوت پر الحمد کالونی وحدت روڈ کی جامع مسجد مدنی میں تشریف لے گئے اور اسلامی سیاست کے موضوع پر اصلاحی بیان فرمایا۔

۲۶؍مئی کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب نے ایوان اقبال میں منعقد ہونے والی ''سوسالہ ختم نبوت کانفرنس'' میں شرکت کی، اس دن جامعہ میں تعطیل ہوئی اور تمام اَساتذہ کرام اور کافی تعداد میں طلباء نے شرکت کی۔

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلب ِسڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اور اپنے عزیزو اقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید واَراکین اور خدام خانقاہ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

1۔ سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 5330310 - 42 - 092 - 5330311 - 42 - 092

2۔ سیّد محمود میاں ''بیت الحمد'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبر : 7726702 - 42 - 092 - 7703662 - 42 - 092

موبائل نمبر 4249301 - 0333

جامعہ مدنیہ جدید کا اکاؤنٹ نمبر 0-7915 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)

مسجد حامد کا اکاؤنٹ نمبر 1-1046 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)